بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

زندگی مین اور زندگی کے بعد عملی شریعت کا فعل کیا ہے؟

اس سوال کا جواب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ خدا کی سچی اور کامل شریعت کا فعل جو اس زندگی مین انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو وحشیانہ حالت سے انسان بناوے اور پھر انسان سے با اخلاق انسان بناوے۔ اور پھر با اخلاق انسان سے با خدا انسان بناوے اور نیز اس زندگی مین عملی شریعت کا ایک فعل یہ ہے کہ شریعت حقہ پر قائم ہو جانے سے ایسے شخص کا بنی نوع پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ درجہ بدرجہ ان کے حقوق کو پہچانتا ہے اور عدل اور احسان اور ہمدردی کی قوتون کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرتا ہے اور جو کچھ خدا نے اس کو علم اور معرفت اور مال اور آسایش مین سے حصّہ دیا ہے۔ سب لوگون کو حسب مراتب ان نعمتون مین شریک کر دیتا ہے۔ وہ تمام بنی نوع پر سورج کی طرح اپنی روشنی ڈالتا ہے۔ اور چاند کی طرح حضرت اعلےٰ سے نور پاکر وہ نور دوسرون تک پہنچاتا ہے۔ وہ دن کی طرح روشن ہو کر نیکی اور بھلائی کی راہین لوگون کو دکھاتا ہے وہ رات کی طرح ہر ایک ضعیف کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور تھکون ماندون کو آرام پہنچاتا ہے۔ وہ آسمان کی طرح ہر ایک حاجت مند کو اپنے سایہ کے نیچے جگہ دیتا ہے اور وقتون پر اپنے فیض کی بارشین برساتا ہے وہ زمین کی طرح کمال انکسار سے ہر ایک کی آزمایش کے لیئے بطور فرش کے ہو جاتا اور سب کو اپنی کنار عاطفت مین لے لیتا۔ اور طرح طرح کے روحانی میوے ان کے لیئے پیش کرتا ہے۔ سو یہی کامل شریعت کا اثر ہے کہ کامل شریعت

پر قائم ہونے والا حق اللہ اور حق العباد کو کمال کے نقطہ تک پہنچا دیتا ہے۔ خدا مین وہ محو ہو جاتا ہے اور مخلوق کا سچا خادم بن جاتا ہے یہ تو عملی شریعت کا اس زندگی مین اس پر اثر ہے۔ مگر زندگی کے بعد جو اثر ہے وہ یہ ہے۔ کہ خدا کا روحانی اتصال اس روز کھلے کھلے دیدار کے طور پر اس کو نظر آئے گا اور خلق اللہ کی خدمت جو اس نے خدا کی محبت مین ہو کر کی جس کا محرک ایمان اور اعمال صالح کی خواہش تھی وہ بہشت کے درختون اور نہرون کی طرح متمثل ہو کر دکھائی دے گی۔ اس مین خدا تعالےٰ کا فرمان یہ ہے: وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا۔ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا۔ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا*

یعنے قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب پیروی کرے سورج کی یعنی سورج سے نور حاصل کرے اور پھر سورج کی طرح اس نور کو دوسرون تک پہنچاوے۔ اور قسم ہے دن کی جب سورج کی صفائی دکھاوے اور راہون کو نمایان کرے اور قسم ہے رات کی جب اندھیرا کرے اور اپنے پردہ تاریکی مین سب کو لے لے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس علت غائی کی جو آسمان کی اس بنا کا موجب ہوئی۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس علت غائی کی جو زمین کی اس قسم کے فرش کا موجب ہوئی اور قسم ہے نفس کی اور نفس کے اس کمال کی جس نے ان سب چیزون کے اسکو برابر کر دیا۔ یعنے وہ کمالات جو متفرق طور پر ان چیزون مین پائے جاتے ہین۔ کامل انسان کا نفس ان سب کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور جیسے یہ تمام چیزین علیحدہ علیحدہ نوع انسان کی خدمت کر رہی ہین کامل انسان ان تمام خدمات کو اکیلا بجا لاتا ہے جیسا کہ مین ابھی لکھ چکا ہون۔ اور پھر فرماتا ہے کہ وہ شخص نجات پا گیا اور موت سے بچ گیا جس نے اس طرح پر نفس کو پاک کیا یعنے سورج اور چاند اور زمین وغیرہ کی طرح خدا مین محو ہو کر خلق اللہ کا خادم بنا۔

یاد رہے کہ حیات سے مراد حیات جاودانی ہے جو آیندہ کامل انسان کو حاصل ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عملی شریعت کا پھل آیندہ زندگی مین حیات جاودانی ہے جو خدا کے دیدار کی غذا سے ہمیشہ قایم رہے گی اور پھر فرمایا کہ وہ شخص ہلاک ہو گیا اور زندگی سے ناامید ہو گیا۔ جس نے اپنے نفس کو خاک مین ملایا

اور جن کمالات کی اس کو استعداد دی گئی تھین- ان کمالات کو حاصل نہ کیا اور گندی زندگی بسر کرکے واپس گیا اور پھر مثال کے طور پر فرمایا کہ ثمود کا قصہ اس بدبخت کے قصہ سے مشابہ ہے انہون نے اس اونٹنی کو زخمی کیا جو خدا کی اونٹنی کہلاتی تھی- اور اپنے چشمہ سے پانی پینے سے اس کو روکا- سو اس شخص نے درحقیقت خدا کی اونٹنی کو زخمی کیا اور اس کو اس کے چشمہ سے محروم رکھا- یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس خدا کی اونٹنی ہے جس پر وہ سوار ہوتا ہے یعنی انسان کا دل الہی تجلیات کی جگہ ہے اور اس اونٹنی کا پانی خدا کی محبت اور معرفت ہے جس سے وہ جیتی ہے- اور پھر فرمایا کہ ثمود نے جب اونٹنی کو زخمی کیا اور اس کو اسکے پانی سے روکا تو ان پر عذاب نازل ہوا- اور خدا تعالے نے اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ انکے مرنیکے بعد انکے بچون اور بیواؤن کا کیا حال ہوگا- سو ایسا ہی جو شخص اس اونٹنی یعنے نفس کو زخمی کرتا ہے اور اس کو کمال تک پہونچانا نہین چاہتا- اور پانی پینے سے روکتا ہے وہ بھی ہلاک ہوگا

قرآن شریف مین جو مختلف چیزون کی قسمین آئی ہین اُن کی فلاسفی

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدا کا سورج اور چاند وغیرہ کی قسم کھانا ایک نہایت دقیق حکمت پر مشتمل ہے جس سے ہمارے اکثر مخالف ناواقف ہونے کیوجہ سے اعتراض کر بیٹھتے ہین کہ خدا کو قسمون کی کیا ضرورت پڑی اور اس نے مخلوق کی کیون قسمین کھائین- لیکن چونکہ ان کی سمجھ زمینی ہے نہ آسمانی اس لئے وہ معارف حقہ کو سمجھ نہین سکتے- سو واضح ہو کہ قسم کھانے سے اصل مدعا یہ ہوتا ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دعوے کے لئے ایک گواہی پیش کرنا چاہتا ہے کیونکہ جسکے دعوے پر اور کوئی گواہ نہین ہوتا وہ بجائے گواہ کے خدا تعالے کی قسم کھاتا ہے- اس لئے کہ خدا عالم الغیب ہے اور ہر ایک مقدمہ مین وہ پہلا گواہ ہے- گویا وہ خدا کی گواہی کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ اگر خدا تعالے اس قسم کے بعد خاموش رہا اور اسپر عذاب نازل نکیا تو گویا اس نے اس شخص کے بیان پر گواہون کی طرح مہر لگادی اس لئے مخلوق کو نہین چاہیئے کہ دوسری مخلوق کی قسم کھاوے کیونکہ مخلوق کو عالم الغیب نہین اور نہ جھوٹی قسم پر سزا دینے پر قادر ہے مگر خدا کی قسم ان آیات مین ان معنون سے نہین- جیسا کہ مخلوق کی قسم مین مراد لیجاتی ہے بلکہ اس مین یہ سنت اللہ ہے کہ خدا کے دو قسم کے کام ہین ایک بدیہی جو سب کی سمجھ مین آسکتے ہین اور ان مین کسی کو اختلاف نہین اور دوسرے وہ کام جو نظری ہین جن مین دنیا غلطیان کھاتی ہے اور باہم اختلاف رکھتی ہے سو خدا تعالے نے چاہا کہ بدیہی کامون کی شہادت سے نظری کامونکو لوگونکی نظر مین ثابت کرے

پس یہ تو ظاہر ہے کہ سورج اور چاند اور دن اور رات اور آسمان اور زمین مین وہ خواص درحقیقت پائے
جاتے ہین جن کو ہم ذکر کر چکے ہین مگر جو اس قسم کے خواص انسان کے نفس ناطقہ مین موجود ہین ان سے ہر ایک شخص
آگاہ نہین۔ سو خدا نے اپنے بدیہی کامون کو نظری کامون کے کھولنے کے لئے بطور گواہ کے پیش کیا ہے گویا وہ فرماتا ہے
کہ اگر تم ان خواص سے شک مین ہو جو نفس ناطقہ انسانی مین پائے جاتے ہین تو چاند اور سورج وغیرہ مین غور کرو کہ
ان مین بدیہی طور پر یہ خواص موجود ہین۔ اور تم جانتے ہو کہ انسان ایک عالم صغیر ہے جسکے نفس مین تمام عالم کا نقشہ
اجمالی طور پر مرکوز ہے۔ پھر جبکہ یہ ثابت ہے کہ عالم کبیر کے بڑے بڑے اجرام یہ خواص اپنے اندر رکھتے ہین اور اسی طرح یہ
مخلوقات کو فیض پہنچا رہے ہین تو انسان جو ان سب سے بڑا کہلاتا ہے اور بڑے درجہ کا پیدا کیا گیا ہے۔ وہ کیونکر ان
خواص سے خالی اور بے نصیب ہوگا نہین بلکہ اس مین بھی سورج کی طرح ایک علمی اور عقلی روشنی ہے جسکے ذریعہ سے وہ
تمام دنیا کو منور کر سکتا ہے اور چاند کی طرح وہ حضرت اعلے سے کشف اور الہام اور وحی کا نور پاتا ہے اور دوسرون تک
جنہون نے انسانی کمال ابھی تک حاصل نہین کیا اس نور کو پہنچاتا ہے پھر کیونکر کہہ سکتے ہین کہ نبوت باطل ہے۔ اور تمام
رسالتین اور شریعتین اور کتابین انسان کی مکاری اور خودغرضی ہے یہ بھی دیکھتے ہو کہ کیونکر دن کے روشن ہونے
سے تمام راہین روشن ہو جاتی ہین۔ تمام نشیب و فراز نظر آ جاتے ہین سو کامل انسان روحانی روشنی کا دن ہے
اسکے چڑھنے سے ہر ایک راہ نمایان ہو جاتی ہے وہ سچی راہ کو دکھلا دیتا ہے کہ کہان اور کدھر ہے کیونکہ راستی اور
سچائی کا وہی روز روشن ہے ایسا ہی یہ بھی مشاہدہ کر رہے ہو کہ رات کیسی تھکون ماندون کو جگہ دیتی ہے۔ تمام دن
کے شکستہ کوفتہ مزدور رات کے کنار عاطفت مین بخوشی سوتے ہین اور محنتون سے آرام پاتے ہین اور رات ہر ایک
کیلئے پردہ پوش بھی ہے ایسا ہی خدا کے کامل بندے دنیا کو آرام دینے کیلئے آتے ہین۔ خدا سے وحی اور الہام پانیوالے
تمام عقلمندونکو جانکاہی سے آرام دیتے ہین۔ انکے طفیل سے بڑے بڑے معارف آسانی کے ساتھ حل ہو جاتی ہین
ایسا ہی خدا کی وحی انسانی عقل کی پردہ پوشی کرتی ہے جیسا کہ رات پردہ پوشی کرتی ہے اس کی ناپاک خطاؤنکو
دنیا پر ظاہر ہونے نہین دیتی کیونکہ عقلمند وحی کی روشنی کو پاکر اندر ہی اندر اپنی غلطیون کی اصلاح کر لیتے ہین
اور خدا کے پاک الہام کی برکت سے اپنے تئین پردہ دری سے بچا لیتے ہین یہی وجہ ہے کہ افلاطون کی طرح اسلام کے
کسی فلاسفر نے کسی بت پر مرغ کی قربانی نہ چڑھائی۔ چونکہ افلاطون اسلام کی روشنی سے بے نصیب تھا اسلئے دھوکا کھا
گیا۔ اور ایسا فلاسفر کہلا کر یہ مکروہ اور احمقانہ حرکت اس سے صادر ہوئی مگر اسلام کے حکما کو ایسے ناپاک اور احمقانہ حرکتون سے
ہمارے سید و مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نے بچا لیا۔ اب دیکھو کیسا ثابت ہوا کہ الہام عقلمندونکا رات

کی طرح پردہ پوش ہے۔ یہ بھی آپ لوگ جانتے ہین کہ خدا کے کامل بندے آسمان کی طرح ہر ایک درماندہ کو اپنے سایہ مین لے لیتے ہین۔ خاص کر اس ذات پاک کے انبیا اور الہام پانیوالے عام طور پر آسمان کی طرح فیض کی بارشین برساتے ہین ایسا ہی زمین کی خاصیت بھی اپنے اندر رکھتے ہین ان کے نفس نفیس سے طرح طرح کے علوم عالیہ کے درخت نکلتے ہین جن کے سایہ اور پھل اور پھول سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہین سو یہ کھلا کھلا قانون قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے۔ اسی چھپے ہوئے قانون کا ایک گواہ ہے جس کی گواہی کو قسمون کے پیرایہ مین خدا تعالیٰ نے ان آیات مین پیش کیا ہے سو دیکھو کہ یہ کسقدر پر حکمت کلام ہے۔ جو قرآن شریف مین پایا جاتا ہے۔ یہ اسکے منہ سے نکلا ہے جو ایک اُمّی اور بیابان کے رہنے والا تھا۔ اگر یہ خدا کا کلام نہوتا تو اس طرح عام عقلین اور وہ تمام جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہین اس کے اس دقیق نکتہ معرفت سے عاجز آکر اعتراض کی صورت مین اس کو نہ دیکھتے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب ایک بات کو کسی پہلو سے بھی اپنی مختصر عقل کے ساتھ نہین سمجھ سکتا۔ تب ایک حکمت کی بات کو جائے اعتراض ٹھہرالیتا ہے اور اس کا اعتراض اس بات کا گواہ ہوجاتا ہے کہ وہ دقیقہ حکمت عام عقلون سے برتر واعلیٰ تھا تب ہی تو عقلمندون نے عقلمند کہلا کر پھر بھی اسپر اعتراض کر دیا۔ مگر اب جو یہ راز کھل گیا تو اب اسکے بعد کوئی عقلمند اس پر اعتراض نہین کریگا بلکہ اس سے لذّت اٹھائیگا۔ یاد رہے کہ قرآن شریف نے وحی اور الہام کی سنت قدیمہ پر قانون قدرت سے گواہی لانیکے لئے ایک اور مقام مین بھی اسی قسم کی قسم کھائی ہے اور وہ یہ ہے۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ یعنے اس آسمان کی قسم ہے جس کی طرف سے بارش آتی ہے اور اس زمین کی قسم ہے جو بارش سے طرح طرح کی سبزیان نکالتی ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے اور اس کی وحی ہے اور وہ باطل اور حق مین فیصلہ کرنیوالا ہے اور عبث اور بیہودہ نہین یعنی بیوقت نہین آیا موسم کے مینہ کی طرح آیا ہے۔ اب خدا تعالےٰ نے قرآن شریف کے ثبوت کیلئے جو اس کی وحی ہے ایک کھلے کھلے قانون قدرت کو قسم کے رنگ مین پیش کیا۔ یعنے قانون قدرت مین ہمیشہ یہ بات مشہود اور مرئی ہے کہ ضرورتونکے وقت آسمان سے بارش ہوتی ہے اور تمام مدار زمین کی سرسبزی کا آسمان کی بارش پر ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو رفتہ رفتہ کنوئین بھی خشک ہوجاتے ہین۔ پس دراصل زمین کے پانی کا وجود بھی آسمان کی بارش پر موقوف ہے۔ اسی وجہ سے جب کبھی آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین کے کنوؤن کا پانی چڑھ آتا ہے ؟ کیون چڑھ آتا ہے اس کا یہی سبب ہے کہ آسمانی پانی زمین کے پانی کو اوپر کیطرف کھینچتا ہے۔ یہی رشتہ وحی اللہ اور عقل مین ہے۔ وحی اللہ یعنے الہام الٰہی آسمانی پانی ہے اور عقل زمینی پانی ہے۔ اور یہ پانی ہمیشہ آسمانی

پانی سے جو الہام ہے تربیت پاتا ہے۔ اور اگر آسمانی پانی یعنی وحی ہونا بند ہوجائے تو یہ زمینی پانی بھی رفتہ رفتہ خشک ہوجاتا ہے کیا اسکے واسطے یہ دلیل کافی نہین۔ کہ جب ایک زمانہ دراز گذر جاتا ہے اور کوئی الہام یافتہ زمین پر پیدا نہین ہوتا۔ تو عقلمندون کی عقلین نہائت گندی اور خراب ہوجاتی ہین۔ جیسے زمینی پانی ہو خشک ہوجاتا ہے۔ سڑ جاتا ہے۔

اس کے سمجھنے کیلئے اس زمانہ پر ایک نظر ڈالنا کافی ہے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنا رنگ تمام دنیا مین دکھلا رہا تھا چونکہ اس وقت حضرت مسیح ع کے زمانہ کو چھ سو برس گذر گئے تھے اور اس عرصہ مین کوئی الہام یافتہ پیدا نہین ہوا تھا۔ اس لئے تمام دنیا نے اپنی حالت کو خراب کر دیا تھا۔ ہر ایک ملک کی تاریخین پکار پکار کر کہتی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین۔ مگر آپ کے ظہور سے پہلے تمام دنیا مین خیالات فاسدہ پھیل گئے تھے۔ ایسا کیون ہوا تھا اور اسکا کیا سبب تھا۔ یہی تو تھا کہ الہام کا سلسلہ مدتون تک بند ہوگیا تھا آسمانی سلطنت صرف عقل کے ہاتھ مین تھی پس اس ناقص عقل نے کن کن خرابیون مین لوگون کو ڈالا کیا اس سے کوئی ناواقف بھی ہے دیکھو الہام کا پانی جب مدت تک نہ برسا تو عقلون کا پانی کیسا خشک ہوگیا۔ سو ان قسمون مین یہی قانون قدرت اللہ تعالے پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم غور کرکے دیکھو کہ کیا خدا کا یہ حکم اور دائمی قانون قدرت نہین کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے۔ سو اس پوشیدہ قانون قدرت کیلئے جو الہام الہی کا سلسلہ ہے یہ کھلا کھلا قانون قدرت بطور گواہ کے ہے۔ سو اس گواہ سے فائدہ اٹھاؤ اور صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہین جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے۔ جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئین مین اس کا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوؤن کے پانی کو اوپر کو چڑھا دیتا ہے ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا مین ظہور فرماتا ہے تو خواہ کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ مین خود عقلون مین ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نہ تھی۔ لوگ خواہ نخواہ حق کی تلاش کرنا شروع کردیتے ہین اور غیب سے ایک حرکت ان کی قوت متفکرہ مین پیدا ہوجاتی ہے سو یہ تمام عقلی ترقی اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہوجاتا ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیون کو اوپر اٹھاتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مذہب کی جستجو مین ہر ایک شخص کھڑا ہوگیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہوجاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہوگئی ہے ✦

کلکتہ ریویو

مندرجہ عنوان نام کے رسالے کے اپریل کے نمبر سے ایک مضمون دوبارہ چھپ کر کانپور سے ہمارے پاس پہونچا ہے۔ اس مضمون مین دو سیاہ جھوٹ بولے گئے ہین جو یونتو نہائیت گندے اور خوفناک ہین لیکن عیسائیون کی جہالت یا افترا کا عمدہ نمونہ ہین منجملہ ان کے ایک جھوٹ تو سید الاصفیا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت ہے اور دوسرا اسی قسم کا جھوٹ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود پر افترا ہے بعض وقت عیسائی مصنفین اور اخبار نویسون کی تحریرونکو پڑھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ تاریکی اور جہالت کا زمانہ پھر آگیا ہے جو دنیا مین روشنی اور علم کے آنیسے پہلے تھا۔ اس مین تو شک نہین کہ باوجود اسقدر ذرائع عُلوم کے ابتک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسی باتین روزمرہ لکھین اور کہی جاتی ہین جن کی بیہودگی اور جھوٹ ان تمام لوگونپر جو آپکے حالات زندگی سے کچھ بھی خبر رکھتے ہین اظہر من الشمس ہوتا ہے مگر کلکتہ ریویو نے ایک ایسی بات لکھی ہے کہ جس سے وہ اسلام پر جھوٹ اور افترا باندھنے مین اگر اول نمبر نہین جیسا کہ یوپوس گنہ گارون مین تھا تو کم از کم پہلے زمانہ کے مشہور مفتری عیسائیون سے دوسرے درجہ پر ضرور ہے۔ اس رسالہ کا ایڈیٹر اپنے افترا مین بدنام مرکی۔ گرڈیس۔ پریڈو اور دوسرے ابتدائی عیسائی بزرگونکے ہم پلہ ہونیکی کوشش کرتا ہے۔

یہ رسالہ اپنے ناظرین کے ۔ منے نہائیت فخر سے اس جھوٹ کو بیان کرتا ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شامی عیسائی کی مدد سے قرآن شریف بنایا کرتے تھے ایساہی حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے ایک یورپ کا عیسائی جو انگریز ہے اپنی مدد کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ اپنے ناظرین کیخاطر اس رسالہ کا ایک فقرہ ہم یہان نقل کرتے ہین جس پر اس مضمون کو صاحب رسالہ نے ختم کیا ہے۔ "ایک لفظ نصیحت کا مین اپنے دوست مرزا غلام احمد صاحب کو اور کہنا چاہتا ہون۔ میرا مضمون پڑھکر انکو معلوم ہوجانا چاہیئے کہ وہ کس طرح پر اپنے لوگونکے اندر سچے مصلح ہوسکتے ہین اور نیز عیسائیون کی ہمدردی کے مستحق ہوسکتے ہین یعنی وہ وہی طرز اختیار کرین جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن مین کی ہے (یہ طرز اس مضمون کے لکھنے والے کے زعم فاسد مین یہ ہے کہ گویا مسیح کو نعوذ باللہ خدا مان لیا جاوے اور گویا قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے) انگریزی محاورات کی شہادت سے خالص انگریزی محاورے جنکو کوئی اجنبی آدمی استعمال کرہی نہین سکتا یہ اظہر من الشمس ہے کہ انکے رسالہ ریویو آف ریلیجنز مین جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ کسی یورپین کے قلم سے نکلتا ہے جو انگریز ہے۔ اور یہ نقشہ جواب ہمارے

سامنے ہے یعنیہ محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے مددگار شامی عیسائی کی جس کو وہ جبرئیل کہتے تھے نقل ہے۔ اس یوروپین کو جو پردے کی اوٹ مین چھپا ہوا کام کررہا ہے ہم یہ نصیحت کرتے ہین کہ پرانے جبرئیل (یعنی اس کے ایجاد کردہ شامی عیسائی) کے انجام کو خوب سوچ لو۔ اگرچہ اس یوروپین کی نیت نیک ہو مگر وہ جھوٹے راستے مین پڑا ہوا ہے اور انجام کار یقیناً اس کو کوئی دکھ اور مصیبت پہونچے گی اگرچہ یہ دکھ اس قسم کی ناگہانی موت نہ ہو جس موت سے اسی طرح کا شامی عیسائی اس سے پہلے مارا گیا۔ اس لئے ہماری نصیحت اس انگریز کو یہی ہے کہ ابھی وقت ہے اسے ہشیار ہو جانا چاہئے"

عیسائیت پر افسوس ہے کہ اس کے ایک معزز رسالے کا ایڈیٹر اس علمی زمانہ مین ایسی باتین پبلک کے سامنے پیش کرتا ہے جو بیچارے شیخ چلی کو بھی نہ سوجھی ہون گی۔ مگر بہر حال اس کی نصیحت کا جو ہماری زندگی کی حفاظت کیلئے اس نے دی ہے ایڈیٹران رسالہ ہذا شکریہ ادا کرتے ہین اور اس کے افترا کی تردید سوائے اسکے ہم اور کیا کرسکتے ہین کہ اس کی جہالت پر ہنس چھوڑین لیکن اگر کلکتہ ریویو کا ایڈیٹر اپنے ناظرین کو قائل کرنے مین کامیاب نہ ہو کہ واقعی کوئی انگریز ہی حضرت مرزا صاحب کو مضمون بنا کر دے رہا ہے تو یہ اس کا قصور نہین زمانہ ہی زیادہ سمجھدار ہو گیا ہے اگر ایسا آدمی چند صدی پہلے پیدا ہوتا تو وہ بیشک عیسائیون کے اندر بڑا نام پیدا کرلیتا۔ جیسا کہ اس سے پہلے بہت سے جاہل ایسے ایسے افترا کرنے یا ان کی تائید کرنے سے عیسائی مذہب مین ناموری حاصل کرچکے ہین۔ اور منجملہ انہین افتراؤن کے شامی عیسائی راہب کے متعلق بھی ایک افترا ہے مگر امید نہین کہ اس زمانہ کے عیسائی باوجود اس عناد کے جو انکو اسلام کے مقدس بانی علیہ الصلوۃ والسلام اور اسلام کے پاک اصولون کے ساتھ ہے کلکتہ ریویو کے افترا کی داد دین۔ اسلام پر افترا کرنیوالے گروٹیئس کی روح تو دوبارہ دنیا مین آگئی لیکن البتہ اب اس قسم کے لوگ دنیا مین کم ہین جو ایسے گندے جھوٹون سے لذت اٹھائین *

وحی کے منجانب اللہ ہونے کے نشان

ایک شخص کے مسیح موعود سے اس سوال پر کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی وحی کو از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہ سمجھا جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جواب لکھا ہے۔

اس کا یہی جواب ہے کہ جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہین ہے ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے

اور اگر کہو کہ اس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی معجزات اور پیشگوئیاں ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس جگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیشگوئیاں اور معجزات اسوقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں مگر یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہزارہا لوگوں کیلئے واقعات چشمدید ہیں اور اس مرتبہ اور شان کے ہیں کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں یعنی دنیا میں ہزارہا انسان ان کے گواہ ہیں مگر گذشتہ نبیوں کے معجزات اور پیشگوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں زندہ گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کے بعض معجزات اور پیشگوئیوں کے کروڑہا انسان گواہ ہیں پھر اگر درمیان تعصب نہ ہو تو کون ایماندار ہے جو واقعات پر اطلاع پانیکے بعد اس بات کی گواہی نہ دے کہ درحقیقت اکثر گذشتہ نبیوں کے معجزات کی نسبت یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت قوی اور بہت زیادہ ہیں اور اگر کوئی کہ اندھا انکار کرے تو ہم موجود ہیں اور ہمارے گواہ موجود ہیں وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ پھر جس حالت میں صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سبقت لیگئی ہیں تو اب خود سوچ لو کہ اس وحی الٰہی کو اضغاث احلام اور حدیث النفس کہنا درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کرنا ہے اور اگر شک ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کرکے ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت رویت جو حلفی شہادت ہوگی قلمبند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ رویت کے گواہ پیش کرو کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر۔ مگر یاد رکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں کمیت اور کیفیت اور ثبوت کے لحاظ سے ہرگز پیش نہ کرسکو گے خواہ تلاش کرتے کرتے مر بھی جاؤ۔ پھر اگر یہ وحی جس کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوئے خدا کا کلام نہیں ہے تو پھر تمہیں لازم ہے کہ دہریہ بنجاؤ اور خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں سے انکار کردو کیونکہ نبوت کی عمارت کی شکست ریخت جسقدر ہوچکی ہے اب خدا تعالیٰ ان تازہ معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت کر رہا ہے اور اب وہ گذشتہ قصوں کو واقعات کے رنگ میں دکھلا رہا ہے اور منقولات کو مشہودات کا پیرایہ پہنا رہا ہے تا جو لوگ شکوک کے گڑھے میں گر گئے ہیں دوبارہ انکو

یقین کا لباس پہناوے لہذا جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام انبیاء اور ان کے معجزات کو بھی نئے سرے
قبول کرتا ہے اور جو شخص مجھے قبول نہین کرتا اسکا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہین رہیگا کیونکہ اسکے پاس نرے قصے ہین
نہ مشاہدات۔ خدا نمائی کا آئینہ مین ہون جو شخص میرے پاس آئیگا اور مجھے قبول کریگا وہ نئے سرے اس خدا کو
دیکھ لیگا جس کی نسبت دوسرے لوگون کے ہاتھ مین صرف قصے باقی ہین۔ مین اس خدا پر ایمان لایا ہون جس کو
میرے منکر نہین پہچانتے اور مین سچ سچ کہتا ہون کہ جسپر وہ ایمان لاتے ہین ان کے وہ خیالی بت ہین نہ خدا اسی
وجہ سے وہ بت انکی کچھ مدد نہین کرسکتے انکو کچھ قوت نہین دے سکتے ان مین کوئی پاک تبدیلی پیدا نہین کرسکتے
انکے لئے کوئی تائیدی نشان نہین دکھلا سکتے اور یاد رہے کہ یہ اندھو نکے بیہودہ شکوک اور شبہات ہین جو اس
وحی الٰہی کی نسبت انکے دلون کو پکڑتے ہین جو میرے پر نازل ہو رہی ہے اور وہ خیال کرتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ خدا
کا کلام نہ ہو بلکہ انسان کے اپنے دل کے ہی اوہام ہون مگر ان کو یاد رہے کہ خدا اپنی قدرتون مین کمزور نہین وہ
یقین دلانیکے لئے ایسے خارق عادت طریقے اختیار کر لیتا ہے کہ انسان جیسے آفتاب کو دیکھکر پہچان لیتا ہے کہ یہ آفتاب
ہے ایسا ہی خدا کے کلام کو پہچان لیتا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک خدا تعالیٰ اسبات پر قادر تھا کہ
اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے حق کے طالبون کو سرچشمہ یقین تک پہونچاوے مگر پھر بعد اسکے اس فیضان پر قادر نہ
رہا یا قادر تو تھا مگر دانستہ اس اُمت غیر مرحومہ کے ساتھ بخل کیا اور اس دعا کو بھول گیا جو آپ ہی سکھلائی تھی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

اگر مجھ سے سوال کیا جاوے کہ تمنے کیونکر پہچانا اور یقین کیا کہ وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کئے جاتے ہین
وہ خدا کا کلام ہے۔ حدیث النفس یا شیطانی القا نہین تو میری روح اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے۔

(۱) اول جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے اسکے ساتھ ایک شوکت۔ اور لذت اور تاثیر ہے وہ ایک فولادی
میخ کی طرح میرے دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور اسکے ورود سے مجھے ایک نہایت لطیف
لذت آتی ہے کاش اگر مین قادر ہو سکتا تو مین اسکو بیان کرتا مگر روحانی لذتین ہون خواہ جسمانی انکی کیفیات
کا پورا نقشہ کھینچکر دکھلانا انسانی طاقت سے بڑھکر ہے ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کی ملاحت حسن
سے لذت اٹھاتا ہے مگر وہ بیان نہین کرسکتا کہ وہ لذت کیا چیز ہے اسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیون کا علت العلل ہے
جیسا کہ اسکا دیدار اعلےٰ درجہ کی لذات کا سرچشمہ ہے ایسا ہی اسکی گفتار بھی لذات کا سرچشمہ ہے اگر ایک کلام انسان
سنے یعنی ایک آواز اسکے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اسکو شبہ باقی رہجاوے کہ شاید شیطانی آواز ہے

یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کیطرف سے ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اس کے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اسکے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک لذت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک خارق عادت تجلی ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ذرہ ذرہ وجود پر تصرف کرنے والے ملائک ہوتے ہیں اور علاوہ اس کے اسکے ساتھ خدائی صفات کے اور بہت سے خوارق ہوتے ہیں اس لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے۔ بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ ندیا جاوے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے اس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبت میں ایسے عاشق زار کیطرح بنا دیتی ہے جو اپنے تئیں صدق و ثبات کے کمال کی وجہ سے دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے اسکا یقین اسکے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بنجاتا ہے یہی میرا حال ہے جسکو دنیا نہیں جانتی قبل اس کے جو میں معجزات دیکھوں اور آسمانی تائیدوں کا مشاہدہ کروں میں اس کی کلام سے اس کی طرف کھینچا گیا کچھ عقل نہیں آتی کہ مجھے کیا ہو گیا۔ تیز تلواریں میرے اس پیوند کو چھڑا نہیں سکتیں۔ کوئی آگ مجھے ڈرا نہیں سکتی۔ وہ کشش جسنے میرے دل پر کام کیا وہ دلائل سے باہر ہے اور بیان سے بلند تر اور براہین سے بالاتر۔ ابتداء میں کلام تھا اس کلام نے جو کچھ کیا سو کیا وہ خدا جو نہاں در نہان ہے اُس نے میری روح پر ابتداء میں محض کلام کے ساتھ تجلی کی اور اپنے مکالمات کا دروازہ میرے پر کھولا بس وہی ایک بات تھی جو بالخصوص میرے لئے کافی کشش ہوئی اور حضرت احدیت کیطرف مجھے کھینچ کرلے گئی اور یہ کہ کلام کی طاقت نے میرے دل پر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھکو کہاں تک پہنچا دیا اور کیا کیا تبدیلیاں کیں اور کیا میرے دل میں سے لیلیا اور کیا دیدیا۔ ان باتونکو میں کن لفظوں میں ادا کروں اور کس پیرایہ میں دلوں پر بٹھاؤں۔ جن خارق عادت عنایات کے ساتھ وہ مجھسے نزدیک ہوا کوئی نہیں جانتا مگر میں اور جس محبت کے مقام پر میرا قدم ہے کوئی نہیں جانتا مگر وہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ابتدا اس ترقی اور تعلق کا خدا کا کلام ہے جس کی ناگہانی کشش نے مجھے ایسا اٹھا لیا جیسا کہ ایک زبردست بگولا ایک تنکے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پھینکدیتا ہے پس میرے پاس یہ ذکر کرنا کہ کیوں وہ کلام جو تم پر

نازل ہوا صدیث النفس نہین یہ بات ایسی ہی ہے جیساکہ کوئی کہے کہ کیون ممکن نہین کہ تمہارا یہ خیال کہ تم آنکھونسے دیکھتے ہو اور زبان سے بولتے ہو اور کانون سے سنتے ہو یہ غلط خیال ہو پس عزیزو ا تم سوچو اور سمجھ لو کہ کیا وہ شخص جس کو معلوم ہے کہ مین آنکھ بند کرنے سے پھر کچھ دیکھ نہین سکتا اور کانونکے بند کرنیسے پھر کچھ سن نہین سکتا اور زبان کے کاٹے جانیسے پھر کچھ بول نہین سکتا وہ ایسے منکرانہ جرح کی کچھ حقیقت سمجھے گا۔ یا شک مین پڑیگا کہ شائد مین آنکھ سے نہین دیکھتا اور کان سے نہین سنتا اور زبان سے نہین بولتا۔ سو اسی طرح میرا حال ہے خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے مین پیدا ہوا اس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی مین نے ایک بچہ کی طرح اس کی گود مین پرورش پائی اور اس نے مجھے ہر ایک ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنیکی جگہ سے بچالیا وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا یہانتک کہ مین منزل مقصود تک پہنچگیا۔ اس سے زیادہ کوئی بدذاتی نہین ہوگی کہ مین یہ کہون کہ وہ خدا کا کلام نہین بین اسی طرح اسکو خدا کا کلام جانتا ہون جس طرح مین یقین رکھتا ہون کہ مین زبان سے بولتا ہون اور کانون سے سنتا ہون اور مین کیونکر اس سے انکار کرون اس نے تو مجھے خدا دکھلایا اور وہ چشمہ شیرین کی طرح معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا اور ایک ٹھنڈی ہوا کی طرح ہر ایک حبس کیوقت مین مجھے راحت بخش ہوا وہ ان زبانون مین بھی مجھ پر نازل ہوا جن زبانونکو مین نہین جانتا تھا جیساکہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی اس نے بڑی بڑی پیشگوئیون اور عظیم الشان نشانون سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس نے حقایق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھولدیا جس سے مین اور میری تمام قوم بے خبر تھی وہ کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے ان دقیق اور نامعلوم الفاظ مین میرے پر نازل ہوا جن سے مین بے خبر تھا تو کیا باوجود ان روشن ثبوتون کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے کیا یہ باتین ٹالدینے کے لائق ہین کہ ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھلائی اور اپنی قوی کشش ثابت کی اور غیب کے بیان کرنے مین وہ بخیل نہین نکلا بلکہ ہزار ہا امور غیبیہ اس نے ظاہر کئے اور ایک باطنی کمند سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک کمند دنیا کے سعید دلون پر ڈالا اور میری طرف انکو لایا اور انکو آنکھین دین جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دئے جنسے وہ سننے لگے اور صدق و ثبات بخشا۔ جس سے وہ اس راہ مین قربانی ہونے کے لئے موجود ہو گئے تو کیا یہ تمام کاروبار شیطانی یا وسوسہ نفسانی ہے۔ کیا شیطان خدا کے برابر ہو سکتا ہے تو پھر کیون وہ تمہاری مدد نہین کرتا۔ سنو وہ جسنے یہ کلام نازل کیا وہ کیا کہتا ہے اُسنے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ مین اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجھکو اٹھاؤنگا۔ دنیا مین ایک

نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی
سچائی ظاہر کر دیگا - سو ضرور ہے کہ یہ زمانہ گذر نہ جائے اور ہم اس دنیا سے کوچ نہ کرین جبتک خدا کے
وہ تمام وعدے پورے نہ ہون - جو شخص تاریکی مین پڑا ہوا ہے اور اس سے بیخبر ہے کہ خدا کا یقینی اور قطعی کلام بھی
اسکے بندون پر نازل ہوا کرتا ہے وہ خدا کے وجود سے ہی بیخبر ہے لہذا وہ اپنی طرح تمام دنیا کو وساوس کے
نیچے پامال دیکھتا ہے اور اس کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ بجز وساوس اور اضغاث احلام اور حدیث النفس کے اور
کچھ نہین اور غایت کار وہ ظنی طور پر نہ یقینی اور قطعی طور پر الہام الہی کا خیال دل مین لاتا ہے مگر ابھی ہم لکھ
چکے ہین کہ جس دل پر در حقیقت آفتاب وحی الہی تجلی فرماتا ہے اسکے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہین
رہتی - کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے پھر جس حالت مین موسی کی مان کو بھی یقینی الہام ہوا جسپر
پورا یقین رکھکر اس نے اپنے بچہ کو معرض ہلاکت مین ڈالدیا اور خدا تعالے کے نزدیک بجرم اقدام قتل مجرم نہ ہوئی
تو کیا یہ امت اسرائیل کے خاندان کی عورتون سے بھی گئی گذری ہے اور پھر اسی طرح مریم کو بھی یقینی الہام ہوا جسپر
بھروسہ کرکے اس نے قوم کی کچھ پروا نہین کی تو حیف ہے اس مخذول امت پر جو ان عورتون سے بھی کمتر ہے
پس اس صورت مین یہ امت خیر الامم کاہیکو ہوئی بلکہ شر الامم اور اجہل الامم ہوئی - اسی طرح خضر جو نبی نہین
تھا اسکو علم لدنی دیا گیا تو کیا اگر اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہین تھا تو کیون اس نے ناحق ایک بچہ کو قتل کردیا
اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ الہام کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہیئے یقینی اور قطعی نہ تھا تو کیون انہون
نے اسپر عمل کیا - پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ
دہریہ نہین تو اسکے ایمان مین یہ بات داخل ہونی چاہیئے کہ یقینی قطعی مکالمہ الہیہ ہو سکتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالے
کی وحی یقینی پہلی امتون مین اکثر مردون اور عورتون کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس امت مین بھی تو
اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونیکے احقر الامم نہ ٹھہر جائے سو خدا نے آخری
زمانہ مین اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا ان واقعات سے تعجب نہین کرنا چاہیئے بلکہ درحقیقت انسان کی نجات اسی
پر موقوف ہے کہ یا تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہ راست خدا تعالے سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ
مخاطبہ نہ ہو کہ جس مین قطعی فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطانی ہے اور یا وہ شخص نجات پا سکتا ہے جو ایسے شخص کا ہم
صحبت اور اسکے دامن سے وابستہ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جسقدر دنیا مین گناہ پیدا ہوئے ہین ان کی یہی وجہ ہے
کہ جسقدر انسان کو دنیا کی لذات اور دنیا کی عزت اور دنیا کے مال و متاع پر یقین ہے یقین آخرت پر نہین ہے اور

جیساکہ وہ ایک ایسے صندوق پر توکل کرسکتا ہے جو قیمتی جواہرات اور خالص سونے سے بھرا ہوا ہے اور اسکے قبضے مین ہے ایسا وہ خدا پر توکل نہین کرسکتا اور جیساکہ دنیا کی گورنمنٹ اور دنیا کے حکام سے لوگ ڈرتے ہین اور مداہنہ سے زندگی بسر کرتے ہین ایسا خدا تعالےٰ سے نہین ڈرتے اسکا کیا سبب ہے یہی سبب ہے کہ دنیا کے پیش افتادہ اسباب اور وسائل ان کی نظر مین ایسے یقینی ہین کہ دینی عقائد انکے آگے کچھ بھی چیز نہین۔ اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ نجات بجز حق الیقین کے ممکن نہین جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا یعنے جو شخص اس جہان مین اندھا ہے وہ اس دوسرے جہان مین بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اس سے بھی بدتر تو بغیر یقین کامل کے کیونکر نجات ہو۔ اور اگر ایک مذہب کی پابندی سے نجات نہین تو اس مذہب سے حاصل کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین تو یقین کے چشمے جاری تھے اور وہ خدائی نشانونکو اپنی آنکھونسے دیکھتے تھے اور انہین نشانون کے ذریعہ سے خدا کی کلام پر انہین یقین ہوگیا تھا اسلئے ان کی زندگی نہایت پاک ہوگئی تھی لیکن بعد مین جب وہ زمانہ جاتا رہا اور اس زمانہ پر صدہا سال گذر گئے تو پھر ذریعہ یقین کا کونسا تھا۔ سچ ہے کہ قرآن شریف انکے پاس تھا اور قرآن شریف اس ذوالفقار تلوار کی مانند ہے جسکے دو طرف دھارین ہین ایک طرف کی دھار مومنون کی اندرونی غلاظت کو کاٹتی ہے اور دوسیطرف کی دھار دشمنونکا کام تمام کرتی ہے مگر پھر بھی وہ تلوار اس کام کے لئے ایک بہادر کے دست و بازو کی محتاج ہے جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ پس قرآن سے جو تزکیہ حاصل ہوتا ہے اسکو اکیلا بیان نہین کیا بلکہ وہ نبی کی صفت مین داخل کرکے بیان کیا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام یونہی آسمان پر سے کبھی نازل نہین ہوا بلکہ اس تلوار کو چلانیوالا بہادر ہمیشہ ساتھ آیا ہے جو اس تلوار کا اصل جوہر شناس ہے لہذا قرآن شریف پر سچا اور تازہ یقین دلانیکے لئے اور اسکے جوہر دکھلانیکے لئے اور اسکے ذریعہ سے اتمام حجت کرنے کیلئے ایک بہادر کے دست و بازو کی ہمیشہ حاجت ہوتی رہی ہے اور آخری زمانہ مین یہ حاجت سب سے زیادہ پیش آئی کیونکہ دجالی زمانہ ہے اور زمین و آسمان کی باہمی لڑائی ہے غرض جب خدا تعالیٰ نے فرمادیا کہ جو شخص اس جہان مین اندھا ہے وہ دوسرے جہان مین بھی اندھا ہی ہوگا تو ہر ایک طالب حق کیلئے ضروری ہوا کہ اسی جہان مین آنکھونکا نور تلاش کرے اور اس زندہ مذہب کا طالب ہو جسمین زندہ خدا کے انوار نمایان ہون وہ مذہب مردہ ہے جس مین ہمیشہ کیلئے یقینی وحی کا سلسلہ جاری نہین کیونکہ وہ انسانون پر یقین کی راہ بند کرتا ہے

اور ان کو قصّون کہانیون پر چھوڑتا ہے اور انکو خدا سے نومید کرتا ہے اور تاریکی مین ڈالتا ہے اور کیونکر کوئی مذہب خدا نما ہوسکتا ہے اور کیونکر گناہون سے چھڑا سکتا ہے جبتک کوئی یقین کا ذریعہ اپنے پاس نہین رکھتا اور جبتک سورج نہ چڑہے کیونکر دن چڑھ سکتا ہے پس دنیا مین سچا مذہب وہی ہے جو بذریعہ زندہ نشانون کے یقین کی راہ دکھلاتا ہے باقی لوگ اسی زندگی مین دوزخ مین گرے ہوئے ہین بھلا بتلاؤ کہ ظن بھی کچھ چیز ہے جسکے دوسرے لفظون مین یہ معنی ہین کہ شائد یہ بات صحیح ہے یا غلط یاد رکھو کہ گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین فرشتون کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہین دنیا کی بیجا عیاشیون کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلینا اور خدا کیطرف ایک خارق عادت کشش سے کھینچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین۔ خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین۔ تقوے کی باریک راہون پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کردینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین۔ ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہونکے قرب سے بے پروا ہوجانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہین۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانیوالو ظلمات شک سے نور یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو۔ یقین کا ذریعہ تو خدا کا کلام ہے جو یُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ کا مصداق ہے سوچو کہ عہد نبوت پر تیرہ سو برس گذر گئے اور تم نے وہ زمانہ نہین پایا جبکہ صدہا نشانون اور چمکتے ہوئے نورونکے ساتھ قرآن اترتا تھا اور وہ زمانہ پایا جس مین خدا کی کتاب اور اسکے رسول اور اسکے دین پر ہزارہا اعتراض عیسائی اور دہریہ اور آریہ وغیرہ کر رہے ہین اور تمہارے پاس بجز لکھے ہوئے چند ورقون کے جن کی اعجازی طاقت سے تمہین خبر نہین اور کوئی ثبوت نہین اور جو معجزات پیش کرتے ہو وہ محض قصّونکے رنگ مین ہین تو اب بتلاؤ کہ تم کس راہ سے اپنے تئین یقین کے بلند مینار تک پہنچا سکتے ہو اور کس طریق سے دشمن کو بتلا سکتے ہو کہ تمہارے پاس خدا پر یقین لانیکے لئے اور گناہ سے بچنے کیلئے ایک ایسی چیز ہے جو دشمن کے پاس نہین تا وہ انصاف کرکے تمہارے مذہب کا طالب ہوجائے اس حرکت سے ایک عقلمند کو کیا فائدہ کہ ایک گوبر کو چھوڑدے اور دوسرے گوبر کو کھالے۔ سچائی کو ہر ایک سعید دل لینے کو تیار ہے بشرطیکہ سچائی اپنے نور کو ثابت کرکے دکھلاوے جس اسلام کو آج یہ مخالف مولوی اور انکا گروہ غیر مذہب کے لوگونکے سامنے پیش کر رہے ہین وہ صرف پوست ہے نہ مغز اور محض افسانہ ہے نہ حقیقت پھر کوئی کیونکر اسکو قبول کرے اور جس بیماری سے نجات حاصل کرنیکے لئے ایک شخص مذہب کو

تبدیل کرنا چاہتا ہے اگر وہی بیماری اس دوسرے مذہب مین بھی ہے تو اس تبدیلی سے بھی کیا فائدہ ہوگا تو بہر ہو بھی دعویٰ کرتے ہین کہ ہم ایک خدا کے قائل ہین مگر خدا کا قائل وہی ہے جس کی یقین کی آنکھین کھل گئی ہین اور وہی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ کہ جو یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے باقی سب قصے جھوٹ ہین اور سب کفارے باطل ہین سو وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ مین اپنے تئین پیش کرتا ہے تا لوگ ایمان لاوین اور ہلاک نہ ہون قرآن شریف خدا کا کلام تو ہے بلکہ سب سے بڑا کلام مگر وہ تم سے بہت دور ہے۔ تمہاری آنکھین اسکو دیکھ نہین سکتین اب وہ تمہارے ہاتھ مین ایسا ہی ہے جیسا کہ توریت یہودیون کے ہاتھ مین اسی وجہ سے اگر تم انصاف کرو تو گواہی دے سکتے ہو کہ بباعث اسکے کہ اس پاک کلام کے یقینی انوار تمہاری آنکھون سے پوشیدہ ہین تم اس سے باطنی تقدس کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہین کر سکتے اور اگر واقعات خارجیہ کی شہادت کچھ چیز ہے تو تم انصافاً آپ ہی شہادت دے سکتے ہو کہ اس موجودہ زمانہ مین تمہاری کیا حالتین ہین سچ کہو کہ کیا تم گناہون سے اور تمام ان حرکات سے جو تقوے کے برخلاف ہین ایسے ڈرتے ہو جیسا کہ ایک زہر ہلاہل کے استعمال سے انسان ڈرتا ہے سچ کہو کہ کیا تم اس تقوے پر قائم ہو جس تقوے کیلئے قرآن شریف مین ہدایت کیگئی تھی سچ کہو کہ وہ آثار جو سچے یقین کے بعد ظاہر ہوتے ہین وہ تم مین ظاہر ہین۔ تم اسوقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت جو خدا سے کرنی چاہیئے اور وہ صدق و ثبات جو اس کی راہ مین دکھلانا چاہیئے وہ تم مین موجود ہے تم خدائے عزوجل کی قسم کھا کر کہو کہ اس مردار دنیا کو جس صفائی سے ترک کرنا چاہیئے کیا تم اسی صفائی سے ترک کر چکے ہو سا اور جس اخلاص اور توحید اور تفرید سے خدائے واحد لاشریک کیطرف دوڑنا چاہیئے کیا تم اسی اخلاص سے اس کی راہ مین دوڑ رہے ہو ریاکاری سے بات مت کرو اور لاف زنی سے لوگون کو خوش کرنا مت چاہو کہ وہ خدا درحقیقت موجود ہے جو تمہارے ہر ایک قول اور فعل کو دیکھ رہا ہے تم بات کرتے وقت اس قادر کا خیال کر لو جسکا غضب کھا جانیوالی آگ ہے وہ جھوٹی شیخیونکو ایکدم مین جہنم کا ہیزم کر سکتا ہے سو تم سچ سچ کہو کہ تمہارے قدم دنیا کی خواہشون یا دنیا کی آبرؤون یا دنیا کے مال و متاع مین پھنسے ہوئے ہین یا نہین پس اگر تمہین خدا پر یقین حاصل ہوتا تو تم اس زہر کو ہرگز نہ کھاتے اور قریب تھا کہ دنیا اس زہر سے مر جاتی اگر خدا یہ آسمانی سلسلہ اپنے ہاتھ سے قائم نہ کرتا اور اگر تم چالاکی سے کہو کہ ہم ایسے ہی ہین جیسا کہ بیان کیا گیا اور ہم مین گناہ کی کوئی تاریکی نہین اور پورے یقین کے انجن سے ہم کھینچے جا رہے ہین تو تمنے جھوٹ بولا ہے اور آسمان اور زمین کے بنانیوالے پر تہمت لگائی ہے اسلئے قبل اسکے جو تم مرو خدا کی لعنت تمہاری پردہ دری کرے گی یقین اپنے نورونکے

سمیت آتا ہے کوئی آسمان تک نہین پہنچا سکتا ہے مگر وہی جو آسمان سے آتا ہی اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریون کا علاج ہے تو تم اس سے انکار نہ کرتے جو مین صدی کے سر پر تمہارے لیئے آیا لے عاقلو یقین کے بغیر کوئی عمل آسمان پر جا نہین سکتا اور اندرونی کدورتین اور دل کی مہلک بیماریان بغیر یقین کے دور نہین ہوسکتین جس اسلام پر تم فخر کرتے ہو یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقت اسلام حقیقی اسلام سے شکل بدلجاتی ہے اور دل مین ایک نور پیدا ہوجاتا ہے اور سفلی زندگی مرجاتی ہے اور ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جسکو تم نہین جانتے یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے اور یقین اس یقینی کلام کے بعد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ خدا۔ خدا کے ذریعے سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ کسی اور ذریعہ سے تم مین سے کون ہی جو اپنے ہم کلام کو شناخت نہین کرسکتا۔ پس اسی طرح مکالمات کی حالت مین معرفت مین ترقی ہوتی جاتی ہے بندہ کا دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کا لطف اور رحم سے اس دعا کا جواب دینا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعہ مین بیس دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریبًا تمام رات یا قریبًا تمام دن اسی طرح ہر ایک دعا کا جواب پانا اور جواب بھی فصیح تقریر مین اور بعض دفعہ مختلف زبانون مین اور بعض دفعہ ایسی زبانون مین جنکا علم بھی نہین اور پھر اسکے ساتھ نشانون کی بارش اور معجزات اور تائیدون کا سلسلہ کیا یہ ایسا امر ہے کہ اسکے ذریعہ سے بندہ اسی عالم مین اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونون اسکے لیئے بلا تفاوت یکسان ہوجاتے ہین اور جس طرح نورہ کے استعمال سے یکدفعہ بال گرجاتے ہین ایسا ہی اس نور کے نزول جلال سے وحشیانہ زندگی کے بال جو جرائم اور معاصی سے مراد ہے کالعدم ہوجاتے ہین اور انسان مردونسے بیزار ہوکر اس دلارام زندہ کا عاشق ہوجاتا ہے جسکو دنیا نہین جانتی اور جیسا کہ تم دنیا کی چیزون سے بیصبر ہو ویسا ہی وہ خدا کی دوری پر صبر نہین کرسکتا غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔ جب خدائے ذوالجلال کسی اپنے بندہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو اپنا کلام اسپر نازل کرتا ہے اور اپنے مکالمات کا اسکو شرف بخشتا ہے اور اپنے خارق عادت نشانون سے اسکو تسلی دیتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اسپر ثابت کردیتا ہے کہ وہ اسکا کلام ہے تب وہ کلام قائمقام دیدار کا ہوجاتا ہے اسوقت انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ انا الموجود کی آواز سنتا ہے خدا تعالیٰ کی کلام سے پہلے اگر انسان کا خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان ہوتا ہے تو بس اسی قدر کہ وہ مصنوعات پر نظر کرکے یہ خیال کرلیتا ہے کہ اس ترکیب محکم ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیئے لیکن یہ کہ درحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے یہ مرتبہ ہرگز بجز مکالمات الٰہیہ کے حاصل نہین

ہو سکتا اور گندی زندگی تحت الثریٰ کیطرف ہر لحظہ کھینچ رہی ہے وہ ہرگز دور نہین ہوتی۔ اسی جگہ سے عیسائیون کے خیالات کا بھی باطل ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ خیال کرتے ہین کہ ابن مریم کی خودکشی نے انکو نجات دیدی ہے حالانکہ وہ جانتے ہین کہ وہ تنگ و تاریک دوزخ مین پڑے ہوئے ہین جو محجوبیت اور شکوک اور شبہات اور گناہ کا دوزخ ہے پھر نجات کہان ہے نجات کا سرچشمہ یقین سے شروع ہوتا ہے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین دیا جائے کہ اسکا خدا درحقیقت موجود ہے جو مجرم اور سرکش کو بے سزا نہین چھوڑتا اور رجوع کرنیوالے کیطرف رجوع کرتا ہے یہی یقین تمام گناہونکا علاج ہے بجز اسکے دنیا مین نہ کوئی کفارہ ہے نہ کوئی خون ہے جو گناہ سے بچاوے کیا تم دیکھتے نہین کہ ہر ایک جگہ تمہین یقین ہی ناکردنی باتون سے روکدیتا ہے تم آگ مین ہاتھ نہین ڈال سکتے کہ وہ مجھے جلا دے گی۔ تم شیر کے آگے اپنے تئین کھڑا نہین کرتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے کھالیگا تم کوئی زہر نہین کھاتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے ہلاک کردے گی پس اس مین کیا شک ہے کہ بیشمار تجارب سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس جگہ تمہین یقین ہو جاتا ہے کہ یہ فعل یا یہ حرکت بلاشبہ مجھے ہلاکت تک پہنچائیگی تم فی الفور اس سے رک جاتے ہو اور پھر وہ گناہ تم سے سرزد نہین ہوتا پھر خدا تعالےٰ کے مقابل پر کیون اس ثابت شدہ فلسفہ سے کام نہین لیتے کیا تجربہ نے ابتک گواہی نہین دی کہ بجز یقین کے انسان گناہ سے رک نہین سکتا ایک بکری یقین کی حالت مین اس مرغزار مین چر نہین سکتی جس مین شیر سامنے کھڑا ہے۔ پس یقین لایعقل حیوانات پر بھی اثر ڈالتا ہے اور تم تو انسان ہو۔ اگر کسی دل مین خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے تو وہ یقین ضرور اسے گناہ سے بچالیگا اور اگر وہ نہین بچ سکا تو اسے یقین نہین کیا خدا پر یقین لانا اس یقین سے کمتر ہے کہ جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے سو وہ گناہ جو خدا سے دور ڈالتا ہے اور جہنمی زندگی پیدا کرتا ہے اسکا اصل سبب عدم یقین ہے۔ کاش مین کس دف کے ساتھ اس کی منادی کرون کہ گناہ سے چھوڑانا یقین کا کام ہے۔ جھوٹی فقیری اور مشیخت سے توبہ کرانا یقین کا کام ہے خدا کو دکھلانا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہین اور گندہ ہے اور مردار ہے اور ناپاک ہے اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمہ تک نہین پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے اور وہ پر جو آسمان کیطرف اُڑاتے ہین وہ یقین ہی ہے کوشش کرو کہ اس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تمنے جانا ہے اور وہ مرکب یقین ہے جو تمہین خدا تک پہنچائیگا۔ کسقدر اسکی تیز رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سورج سے آتی اور زمین پر پھیلتی ہے وہ بھی اسکی سرعت رفتار کیساتھ مقابلہ نہین کر سکتی اے پاکیزگی کے ڈھونڈنیوالو اگر تم چاہتے ہو کہ پاکدل بنکر زمین پر چلو اور فرشتے تمسے مصافحہ کرین

تو تم یقین کے راہونکو ڈھونڈو۔ اور اگر تمہین اس منزل تک ابھی رسائی نہین تو اس شخص کا دامن پکڑو جسنے
یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جاوے اسکا جواب کوئی
مجھسے سنے یا نہ سنے مگر مین یہی کہونگا کہ اس یقین کے حاصل کرنیکا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان
اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان پر سے اترتا ہے تو نئے سرے مُردون کو قبرون مین سے نکالتا ہے
تم دیکھتے ہو کہ باوجود آنکھونکے بینا ہونیکے تم آسمانی آفتاب کے محتاج ہو اسی طرح خداشناسی کی بینائی محض اپنی
اٹکلونسے حاصل نہین ہوسکتی وہ بھی ایک آفتاب کی محتاج ہے اور وہ آفتاب بھی آسمان پر سے اپنی روشنی
زمین پر نازل کرتا ہے یعنی خدا کا کلام کوئی معرفت خدا کے کلام کے بغیر کامل نہین ہوسکتی۔ خدا کا کلام بندہ
اور خدا مین ایک دلالہ ہے وہ اترتا ہے اور خدا کا نور اسکے ساتھ ہوتا ہے اور جسپر وہ اپنے پورے کرشمہ اور
پوری تجلی اور پوری خدائی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کے ساتھ اترتا ہے اسکو وہ آسمان پر لیجاتا
ہے۔ غرض خدا تک پہنچنے کے لئے بجز خدا تعالے کے کلام کے اور کوئی سبیل نہین۔ ماحصل اس تمام تقریر کا
یہ ہے کہ انسان اس دارالظلمات مین اگر کبھی نجات نہین پا سکتا بجز اسکے کہ خود خدا تعالے کے مکالمات سے
مشرف ہو کر یا کسی اہل مکالمہ یقینیہ اور اہل آیات بیّنہ کی صحبت مین رہ کر اس ضروری اور قطعی علم تک پہنچ جائے
کہ اسکا ایک خدا ہے جو قادر اور کریم اور رحیم ہے اور یہ دین یعنی اسلام جسپر یہ قائم ہے درحقیقت یہ سچا ہے۔
اور روز جزا اور بہشت اور دوزخ سب سچ ہے کیونکہ اگرچہ قصّہ اور نقل کیطور پر تمام اہل اسلام اس بات کو مانتے
ہین کہ خدا موجود ہے اور اسکا رسول برحق مگر یہ ایمان کوئی یقینی بنیاد نہین رکھتا اسلئے ایسے ضعیف ایمان
کے ذریعہ سے یقینی رنگ کے آثار ظاہر ہونا اور گناہ سے سچی نفرت کرنا غیر ممکن ہے اور بوجہ اسکے کہ اسلام پر تیرہ
برس گذر گئے تمام معجزات گذشتہ برنگ نقول اور قصص ہوگئے ہین اور قرآن شریف اگرچہ عظیم الشان معجزہ
ہے مگر ایک کامل کے وجود کو چاہتا ہے کہ جو قرآن کے اعجازی جواہر پر مطلع ہو اور وہ اس تلوار کی طرح ہے۔ جو
درحقیقت بے نظیر ہے لیکن اپنا جوہر دکھلانے مین ایک خاص دست وبازو کی محتاج ہے اسپر دلیل شاہد یہ آیت ہے
کہ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ پس وہ ناپاکونکے دلون پر معجزہ کے طور پر اثر نہین کرسکتا بجز اسکے کہ اسکا اثر
دکھلانیوالا بھی قوم مین ایک موجود ہو اور وہ وہی ہوگا جسکو یقینی طور پر نبیون کی طرح خدا تعالی کا مکالمہ اور مخاطبہ
نصیب ہوگا غرض تمام برکات اور یقین کے حصول کا ذریعہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے اور انسان کی یہ
زندگی جو شکوک اور شبہات سے بھری ہوئی ہے بجز مکالمات الٰہیہ کے سرچشمہ صافیہ کے یقین تک ہرگز نہین

پہنچ سکتی مگر خدا تعالیٰ کا وہ مکالمہ یقین تک پہنچاتا ہے جو یقینی اور قطعی ہو جس پر ایک ملہم قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ وہ اسی رنگ کا مکالمہ ہے جس رنگ کا مکالمہ آدم سے ہوا اور پھر شیث سے ہوا اور پھر نوح سے ہوا اور پھر ابراہیم سے اور پھر اسحاق سے اور پھر اسمٰعیل سے اور پھر یعقوب سے ہوا اور پھر یوسف سے اور پھر چار سو برس کے بعد موسیٰ سے اور پھر یسوع بن نون سے ہوا اور پھر داؤد سے ہوا اور سلیمان سے اور الیسع نبی سے اور دانیال سے اور اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں عیسیٰ بن مریم سے ہوا اور سب سے اتم اور اکمل طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کمتر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے اور اپنی کرنیں زمین پر چھوڑتا ہے تو اس کی روشنی ایسی صاف دنیا پر پڑتی ہے کہ کسی دیکھنے والے کو اسکے نکلنے میں شک باقی نہیں رہتا اور نہ وہ کہہ سکتا ہے کہ کل کا سورج تو یقینی تھا مگر آج کا شکی ہے پس کیا تم اس الہام میں شک کر سکتے ہو کہ خدائی چہرہ کا نور اپنے اندر رکھتا ہے کیا خدا کی کلام کا طلوع سورج کے طلوع سے کچھ کمتر ہے کوئی چیز اپنی صفات ذاتیہ سے الگ نہیں ہو سکتی پھر خدا کا کلام جو زندہ کلام ہے کیونکر الگ ہو سکے۔ پس کیا تم کہہ سکتے ہو کہ آفتاب وحی آلہی اگرچہ پہلے زمانوں میں یقینی رنگ میں طلوع کرتا رہا ہے مگر اب وہ صفائی اسکو نصیب نہیں گویا یقینی معرفت تک پہنچنے کا کوئی سامان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے اور گویا خدا کی سلطنت اور حکومت اور فیض رسانی کچھ تھوڑی مدت تک رہ کر ختم ہو چکی ہے لیکن خدا کا کلام اسکے برخلاف گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اس دعا میں اس انعام کی امید دلائی گئی ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام انعامات میں سے بزرگتر انعام وحی یقینی کا انعام ہے کیونکہ گفتار الٰہی قائم مقام دیدار الٰہی ہے کیونکہ اسی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس اگر کسی کو اس امت میں سے وحی یقینی نصیب ہی نہیں اور وہ اس بات پر جرأت ہی نہیں کر سکتا کہ اپنی وحی کو قطعی طور پر مثل انبیاء علیہم السلام کے یقینی سمجھے اور نہ اسکی ایسی وحی ہو کہ انبیاء کی طرح اسکے ترک متابعت اور ترک عمل پر یقینی طور پر دنیا کا ضرر متصور ہو سکے تو ایسی دعا سکھلانا محض دھوکا ہو گا کیونکہ اگر خدا کو یہ منظور ہی نہیں کہ بموجب دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ انبیاء علیہم السلام کے انعامات میں اس امت کو بھی شریک کرے تو اس نے کیوں یہ دعا سکھلائی اور ایک نا شدنی امر کے لئے دعا کرنے کی ترغیب کیوں دی پس اگر یہ دعا سکھانا یقین اور معرفت کا انعام دینے کی نیت سے نہیں بلکہ محض لفظوں سے خوش کرنا ہی تو کیا ہے

فیصلہ ہوگیا کہ یہ امت اپنے نصیبون مین سب امتون سے گری ہوئی ہے اور خدا تعالےٰ کی مرضی نہین ہے کہ اس امت کو یقینی چشمہ کا پانی پلا کر نجات دے بلکہ وہ انکو شکوک اور شبہات کے ورطہ مین چھوڑ کر ہلاک کرنا چاہتا ہے لیکن یاد رہے کہ ضرور ان انعامات مین جو نبیون کو دئے گئے اس امت کیلئے حصہ رکھا گیا ہے کیونکہ اگر مسلمانونکے کامل افراد کی فطرتون مین یہ حصہ نہ ہوتا تو ان کے دلون مین یہ خواہش نہ پائی جاتی کہ وہ خدا شناسی کے درجہ مین حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائین اور ان انعامات سے سب سے بڑھکر یقینی مخاطبات اور مکالمات کا انعام ہے جس سے انسان اپنی خدا شناسی مین پوری ترقی کرتا ہے گویا ایک طور سے خدا تعالےٰ کو دیکھ لیتا ہے اور اس کی ہستی پر رویت کے رنگ مین ایمان لاتا ہے تب الہی ہیبت پورے طور پر اس کے دل پر کام کرتی ہے اور جیسا کہ ہر ایک جگہ رویت اور یقین کا خاصہ ہے وہ خاصہ اسکے اندر اپنا کام کرنے لگتا ہے اور شکوک اور شبہات کی تاریکی اس طرح دور ہو جاتی ہے جیسا کہ آفتاب سے ظلمت تب روئے زمین پر اس سے کوئی اتقی نہین ہوتا اور اس جیسا کوئی گناہ سے بیزار نہین ہوتا اور اس جیسا اس خالق یگانہ سے کوئی محبت کرنیوالا نہین ہوتا اور اس جیسا اس یار کا کوئی وفادار نہین ہوتا۔ اور اس جیسا کوئی ڈرنیوالا نہین ہوتا اور اس جیسا کوئی توکل کرنیوالا نہین ہوتا اور اس جیسا پیوند مین کوئی صادق نہین ہوتا اور جیسا کہ خدا تعالےٰ کے کلام سے ظاہر ہے یقینی اور قطعی وحی کا قیامت کے دن تک اس امت کو وعدہ دیا گیا ہے۔ ایسا ہی عقل بھی نوع انسان کے لئے اسکو ضروری سمجھتی ہے کیونکہ گناہ اور فسق و فجور کا علاج اور چارہ بجز اسکے اور کوئی نہین کہ خدا کا جمال اور جلال یقینی طور پر انسان پر مکشوف ہو وجہ یہ کہ تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ یا تو سچی محبت گناہ اور مخالفت سے روکتی ہے یا سچی ہیبت نافرمانیون سے باز رکھتی ہے اور سچی محبت مین بھی ایک خوف ہوتا ہے اور وہ یہی کہ یار مہربان سے تعلق نہ ٹوٹ جائے اور جبکہ سچی محبت اور سچی ہیبت کی کیفیت یقینی طور پر وارد ہوا ور یا وہ شخص جو کامل طور پر اس شخص کا شناسندہ اور محبت کنندہ اور اسکا زیر اثر ہو وہ بلا شبہ گناہ سے روک لیا جاتا ہے اور دوسرے لوگ دنیا مین جسقدر ہین ان مین سے کوئی بھی گناہ کی زہر سے خالی نہین ہان مکاری سے بہت لوگ کہتے ہین کہ ہم بیگناہ ہین اور ہمارے دلون مین کوئی ناپاکی نہین مگر وہ جھوٹے ہین اور خدا کی مخلوق کو دھوکا دینا چاہتے ہین گناہ سے پاک ہونا بجز اسکے ممکن ہی نہین کہ ہیبت اللہ کی موت یقین کی تیز شعاعون کیوجہ سے انسان کے دل پر وارد ہو جائے اور سچی محبت اور سچی ہیبت دل مین بس جائے اور دل خدا کے جمال اور جلال سے رنگین ہو جائے اور یہ دونون کیفیتین کبھی اور ہرگز دل مین آ ہی نہین سکتین؛

جبتک کہ خدا کی ہستی اور اس کی ان دونون قسم کے صفات پر یقین پیدا ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ نجات کی جڑ اور نجات کا ذریعہ صرف یقین ہے وہ یقین ہی ہے کہ باوجود بلاؤن کے سامنے کے اطاعت کیلئے گردن جھکا دیتا اور آگ مین داخل ہونیکے لئے کھڑا کر دیتا ہے وہ یقینی نظارہ ہی ہے جو عاشق بنا دیتا ہے اور مرنیکے لئے تیار کر دیتا ہے وہ یقینی نظارہ ہی ہے کہ جس سے انسان خدا کے لئے ارام کا پہلو چھوڑتا اور مخلوق کی تعریف اور تحسین سے لاپرواہ ہو جاتا اور ایک کیلئے تمام دنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے انسان یقینی ہیبت کیوجہ سے مباح چیزون کو بھی ڈرتا ڈرتا ہی استعمال کرتا ہے اور زبان کو ناگفتنی باتون سے روکتا ہی گویا اوس کے منہ مین سنگریزے ہین اور یہ یقین یا تو دیدار سے میسر آتا ہے اور یا اس گفتار سے جو خدا کا یقینی کلام ہے جو اپنی طاقت اور شوکت اور دلکش خاصیت اور خوارق سے ثابت کر دیتا ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے بجز اس صورت کے نہ خدا کی ہستی پر یقین آسکتا ہے اور نہ اس کی صفات پر - اب جس حالت مین یہ مانا گیا ہے کہ خدا تعالے اس بات پر قادر ہے کہ یقینی کلام کسی بندہ پر نازل فرماوے اور اسکا وعدہ انعمت علیہم اس امکان کو ضروری ٹھہراتا ہے اور نجات بھی اسی کلام الٰہی پر موقوف ہے جو یقینی ہو اور انسانی فطرت بھی اس کی پیاسی پائی جاتی ہے تو کیون اور کیا وجہ ہے کہ خدا اس فیض سے امت کو محروم رکھے کیا انسان کی فطرت مین یہ جوش نہین ڈالا گیا کہ وہ خدا تعالی کی ہستی پر یقین پیدا کرے اور کوئی ایسا ذریعہ اسکو حاصل ہو جس سے وہ سمجھ لے کہ وہ اپنی تمام پاک صفات کیساتھ درحقیقت موجود ہے - مگر کیا وہ ذریعہ صرف آسمان اور زمین کی صنعتین ہوسکتی ہین ہرگز نہین کیونکہ غائیت درجہ ان سے صرف ضرورت خالق محسوس ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ خالق درحقیقت موجود بھی ہے اور ضرورت خالق پر دلیل قائم ہونا اس خالق کی واقعی ہستی پر قطعی دلیل نہین ہوسکتی اسی لئے انبیاء اور آسمانی نشانون کی حاجت پڑی کیونکہ دلایل عقلیہ صرف اس حد تک خدا تعالی کی نسبت علم بخشتے ہین کہ ان مصنوعات پر نظر کرکے جن مین ایک ابلغ اور محکم ترکیب پائی جاتی ہے یہ ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ان کا ایک صانع ہونا چاہیئے لیکن یہ دلائل یہ ثابت نہین کرتین کہ وہ صانع فی الواقع ہے بھی اور ہے اور ہونا چاہیئے مین ایک فرق ہے جو اس کیفیت کو ظاہر کرتا ہے - اسی طرح ہم نہین کہہ سکتے کہ پہلی کتابین اور پہلے معجزات خدا تعالی کی ہستی پر ایک قطعی دلیل ہے کیونکہ اس وقت نہ وہ معجزات بدیہی طور پر مشاہدات مین سے ہین اور نہ اسوقت وہ کلام نازل ہو رہا ہے - ہان ہا قرآن شریف معجزہ ہے مگر وہ اس بات کو چاہتا ہے کہ اسکے ساتھ ایک ایسا شخص ہو کہ اس معجزہ کے جوہر ظاہر کرے اور وہ وہی ہوگا جو بذریعہ الہامی کلام کے پاک کیا جائیگا - اب جبکہ انسانی فطرت اور انسانی کانشنس اور

انسانی روح شکوک و شبہات کی موت سے مرنا پسند نہیں کرتی اور خدا تعالیٰ کی راہ مین ایک کھلے کھلے یقین کی پیاسی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ جس قادر اور حکیم نے انسان کو یقین حاصل کرنیکی پیاس لگادی ہے۔ اس نے پہلے سے اس بات کا انتظام بھی کرلیا ہے کہ انسان یقین کے مرتبہ تک پہنچ جائے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا انتظام ہے جو یقین تک پہنچاتا ہے سو مجھے چھوڑ دو تامین صاف صاف کہدون کہ وہ انتظام ابتدا دنیا سے آج تک ایک ہی چلا آیا ہے یعنی خدا کا قول جس کی تائید اور تصدیق اس کا خارق عادت فعل کرتا ہے اور یہ دھوکا مت کھاؤ کہ خدا کا کلام ایک مرتبہ یا چند مرتبہ جو گذشتہ زمانہ مین نازل ہو چکا ہے۔ وہ یقین عطا کرنے کے لئے کافی ہے بار بار کی کیا ضرورت ہے اسی شبہ مین آریہ سماج والے گرفتار ہین کیونکہ انکے نزدیک وید خدا کا کلام ہے اور وہ ایک دفعہ اس موجودہ دور دنیا کے لئے نازل ہو چکا ہے پھر بار بار کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن وہ اور ایسا ہی انکے سے ہمخیال دھوکا کھاتے ہین اور اس دھوکہ مین عیسائی بھی شریک ہین جو کہتے ہین کہ توریت نے تعلیم کے حق کو پورا کر دیا تھا پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی۔ ان تمام توہمات کا جواب یہی ہے کہ خدا کی غرض کتابون کے نازل کرنے سے افادہ یقین ہے کہ تا اس کی ذات اور صفات اور اس کی پسندیدہ اور ناپسند راہون پر لوگون کو یقین آجاوے اور پھر یقین کی برکت سے وہ اپنے خدا پر پورا ایمان لاوین اور بدی سے پورے طور پر پرہیز کرین اور نیکی کو پورے طور پر حاصل کرین سو جب نبوت کا زمانہ گذر جاتا ہے اور خدا کا کلام قصون کے رنگ مین پڑھا جاتا ہے تب یہ غرض مفقود ہو جاتی ہے اور دلون مین اس کلام پر یقین نہین رہتا جیسا کہ تم یہودیونکا حال دیکھتے ہو کہ توریت انکے ہاتھ مین ہے اور کھوٹ انکے دلون مین اور کیا تم عیسائیون مین بتا سکتے ہو کہ ایسے لوگ ان مین کتنے ہین کہ ایکطرف مار کھاکر دوسری طرف بھی پھیر دیتے ہین اور چادر لینے والے کو کرتہ دینے کیلئے تیار ہین اور آنکھونکو بدنظری سے روکتے ہین اور لوگونپر عیب نہین لگاتے اور ان کے دل ٹیڑھے اور مکار اور منصوبہ باز نہین مگر شاذو نادر جس نے نہ انجیل سے بلکہ اپنی فطرت کی ہدایت سے بدی سے پرہیز کی ہو۔ غرض جس طرح ہر ایک صبح تازہ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جب مرور زمانہ سے نور ایمان جو یقین ہے کم ہو جاتا ہے تو وہ خدا کی کلام کو پڑھتے تو ہین مگر وہ پڑھنا انکے حلق کے نیچے نہین اترتا تب خدا کا کلام جو انسے دور ہو جاتا ہے اور وہین چھوتا نہین کوئی نیک اثر انپر ڈال نہین سکتا گویا وہ کلام انکو چھوڑ کر آسمان پر اٹھ جاتا ہے تب ایک جوہر قابل پیدا کیا جاتا ہے جسکو کلام اپنی طرف کھینچتا ہے اور خدا کی کلام کی طاقت اسکو یقین کے کامل مرتبہ تک پہنچاتی ہے تب وہ علم جو آسمان پر اٹھ گیا تھا پھر اسکے ذریعہ سے زمین پر

واپس آجاتا ہے اسی طرح ہمیشہ یقین خدا کے تازہ مکالمہ سے تازہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور جس شریعت کو خدا تعالےٰ منسوخ کر دیتا ہے اس شریعت کی پیروی کرنیوالونکے دل مسوخ ہو جاتے ہین اور ان مین کوئی باقی نہین رہتا جیسے تازہ کلام وارد ہو تب وہ کتاب ایک متعفن پانی کی طرح ہو جاتی ہے جسکے ساتھ بہت کیچڑ اور گند ملگیا ہے اور ایسی شریعت سے انسانونکو کچھ فائدہ نہین ہو سکتا کیونکہ انکے ہاتھ مین صرف قصے رہ جاتے ہین اور آسمان کا تازہ پانی یعنے تازہ کلام الہی انکے پاس نہین آتا پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خدا نے انکو چھوڑ دیا ہے خلاصہ کلام یہ کہ مردود مذہب کی یہ نشانی ہے کہ تازہ کلام کا نور اس مین پایا نہین جاتا اور وہ لوگ ہمیشہ اسی کلام پر بھروسہ رکھتے ہین جس کو تازہ الہی کلام تصدیق نہین کرتا اور نہ تازہ نشان تصدیق کرتے ہین انکے دل مردہ رہتے ہین اور نور یقین جو گناہونکو جلاتا ہے انکے نزدیک نہین آتا۔ اس تمام بیان کا خلاصہ در خلاصہ یہ ہے کہ تازہ کلام الہی خدا کی شریعت کا پشتیبان ہے اور اس کشتی کو جو گناہونکے سبب سے غرق ہونے لگتی ہے جلد تر کنارا امن تک پہونچانے والا ہے مگر شائد کوئی بھول نہ جائے اسلئے بار بار کہا گیا ہے کہ کلام الہی سے مراد وہی کلام ہے کہ جو زمانہ کیلئے تازہ طور پر اترتا ہے اور اپنی طبعی خاصیت سے ملہم اور اسکی ہم نشینونپر ثابت کرتا ہے کہ مین یقینی طور پر خدا کا کلام ہون اور ایسا ملہم طبعاً اس مین اور خدا کے دوسرے کلمات مین جو پہلے نبیونپر نازل ہوئے من حیث الوحی کچھ فرق نہین سمجھتا گو دوسری وجوہ سے کچھ فرق ہو۔ لیکن یاد رہے کہ عوام الناس کے ایسے شکی وہمی الہام ہماری اس بحث سے خارج ہین جنکے ساتھ نہ تو خدائی نشان اور آسمانی متواتر تائیدین ہوتی ہین کہ تا اس قول کو فعل کی شہادت سے قوت دین اور نہ خود ملہم کو ان کی نسبت یقین کامل ہوتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ دبدھا مین رہتا ہے کہ آیا یہ شیطانی ہین یا رحمانی سو یہ نکتہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ جو الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہون جو ملہم پر مشتبہ رہتے ہین کہ خدا کی طرف سے ہین یا شیطان کیطرف سے وہ درحقیقت شیطان کیطرف سے ہی ہوتے ہین یا شیطان کی آمیزش سے اور گمراہ ہے وہ شخص جو انپر بھروسا کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا مین ماخوذ ہے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسکو ہلاک کرے اکثر لوگ پوچھا کرتے ہین کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اسکا جواب یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیان ہین۔ (۱) اول یہ کہ الہی طاقت اور برکت اسکے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ اور دلائل ابھی ظاہر نہ ہون وہ طاقت بڑے جوش اور زور سے بتلاتی ہے کہ مین خدا کی طرف سے ہون اور ملہم کے دلکو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اسکو آگ مین کھڑا کر دیا جاوے یا

ایک بجلی اس پر پڑنے لگے کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا ظنی ہے۔ بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے (۲) دوسرے خدا کے الہام میں ایک خارق عادت شوکت ہوتی ہے (۳) تیسرے وہ پر زور آواز اور قوت سے نازل ہوتا ہے (۴) چوتھے اس میں ایک لذت ہوتی ہے (۵) اکثر اس میں سلسلہ سوال وجواب پیدا ہوجاتا ہے بندہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے۔ اور پھر بندہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے خدا کا جواب پانیکے وقت بندہ پر ایک غنودگی طاری ہوتی ہے لیکن صرف غنودگی کیحالت مین کوئی کلام زبان پر جاری ہونا وحی الہی کی قطعی دلیل نہیں کیونکہ اس طرح پر شیطانی الہام بھی ہو سکتا ہے (۶) وہ الہام کبھی ایسی زبانون مین بھی ہو جاتا ہے جن کا ملہم کو کچھ بھی علم نہیں (۷) خدائی الہام مین ایک خدائی کشش ہوتی ہے اول وہ کشش ملہم کو عالم تفرید اور انقطاع کیطرف کھینچ لیجاتی ہے اور آخر اسکا اثر بڑھتا بڑھتا طبایع سلیمہ مبایعین پر جا پڑتا ہے تب ایک دنیا اس کی طرف کھینچی جاتی ہے اور بہت سی روحین اسکے رنگ مین بقدر استعداد آجاتی ہین (۸) سچا الہام غلطیوں سے نجات دیتا اور بطور حکم کے کام کرتا ہے اور قرآن شریف سے کسی بیان مین مخالف نہین ہوتا (۹) سچے الہام کی پیشگوئی فی حد ذاتہ سچی ہوتی ہے گو اسکے سمجھنے مین لوگونکو دھوکا ہو (۱۰) سچا الہام تقوے کو بڑھاتا اور اخلاقی قوتونکو زیادہ کرتا اور دنیا سے دل برداشتہ کرتا اور معاصی سے متنفر کر دیتا ہے (۱۱) سچا الہام چونکہ خدا کا قول ہے اسلئے وہ اپنی تائید کیلئے خدا کے فعل کو ساتھ لاتا ہے اور اکثر بزرگ پیشگوئیون پر مشتمل ہوتا ہے جو سچی نکلتی ہین اور قول اور فعل دونون کی آمیزش سے یقین کے دریا جاری ہو جاتے ہین اور انسان سفلی زندگی سے منقطع ہو کر ملکوتی صفات بن جاتا ہے ٭

تناسخ

(ہندو مذہب کے رو سے گناہ کے برکات ۶)

روح کا مختلف انسانی اور حیوانی اجسام مین بطور تناسخ کے داخل ہونا پرانے زمانے سے تمام جاہل لوگونکا اعتقاد رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرانے مصری لوگ بھی اسکے قائل تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ تین ہزار سال کے دور مین روح تمام پیدا کردہ صورتون مین ہو گذرتی ہے۔ بڑے بڑے فاضلون نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ مصریون مین جو بعض حیوانوں کے مردہ اجسام کو مصالحون وغیرہ کے ذریعہ سے دیر پا بنایا جاتا تھا اسکی اصلیت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ شاید کسی وقت پھر روح اپنے اصل جسم کیطرف عود کرے۔ یونان مین

فیثاغورث نے تناسخ کا مسئلہ جاری کیا اسکا عقیدہ یہ تھا کہ روح جسم سے علیحدہ ہونیکے بعد جو میں پرواز کرتی رہتی ہین اور نئی مخلوق اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ نئے اجسام مین جب پہلے پہل ہوا داخل ہوتی ہے تو پہلے سانس کے ساتھ ان روحون مین سے جو کرہ ہوائیہ مین اڑتی پھرتی ہوتی ہین کوئی روح بھی اندر چلی جاتی ہے لیکن اگر پہلے ہی سانس کے ساتھ کوئی روح داخل ہو جائے تو پھر وہ جسم بیجان ہی رہتا ہے۔ یہ مسئلہ آریہ مذہب کے تناسخ کے مسئلہ سے جو سوامی دیانند نے بیان کیا ہے ملتا جلتا ہے۔

اگرچہ تناسخ کا مسئلہ بہت سارے ملکوں سے جہان وحی الہی کی روشنی پہونچی ہے بالکل اٹھ گیا ہے لیکن ہندوستان مین آج اسپر ہندو لوگونکا ویسا ہی پکا اعتقاد ہے جیسا کہ جہالت کے زمانہ مین تھا خواہ یہ مسئلہ ابتدائی آریہ قومون نے ہندوستان کی اصلی اقوام سے لیا ہو یا نہین کا من گھڑت ہو اس مین شک نہین کہ ابتدا سے ہی ہندو مذہب کی مقدس کتابون کی بنا پر اسکو تسلیم کیا گیا ہے۔ آریہ سماج کے بانی نے روح کے مختلف اجسام مین جانیکی جو حقیقت ستیارتھ پرکاش (ایڈیشن ۱۸۸۴ء) کے صفحہ ۲۶۳۔ آٹھوین سمولاس مین بیان کی ہے وہ اپنی لغویت مین بیمثل ہے۔ اس سوال کے جواب مین کہ جنم اور موت وغیرہ کس طرح سے ہوتے ہین سوامی صاحب لکھتے ہین لنگ شریر یعنی جسم دقیق (روح) اور ستھول شریر یعنی جسم کثیف ملکر جب ظاہر ہوتے ہین تب اسکا نام جنم یعنی پیدائش ہوتا ہے اور دونون کی علیحدگی سے غائب ہو جانیکو موت کہتے ہین۔ سو اس طرح سے ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتائج سے گردش کرتی ہے اور اپنے افعال کی تاثیر سے گھومتے ہوئے پانی یا کسی اناج یا ہوا مین ملتی ہے پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹی وغیرہ کے ساتھ ملجاتی ہے تو جیسے جسکے افعال کا اثر یعنی جتنا جسکو سکھ یا دکھ ہونا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم مین مل کے شکم مادر مین داخل ہو جاتی ہے۔ پھر جب حیوان یا انسان مین وہ غذا کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اسکے جسم کے حصہ کی کشش سے اسکا جسم بنتا ہے اسی طریقہ سے جو پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے۔ روح نکلنے کے بعد آفتاب کی کرنونکے ساتھ اوپر کو کھینچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ (اوس کی طرح) زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے پھر بموجب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے۔

روح کے جسم مین داخل ہونیکا یہ مسئلہ فیثاغورث کے لغو خیال سے بھی کمتر درجہ پر ہے اور یہ خیال بالکل خلاف عقل اور خلاف تجارب طبعی ہے۔ تمام عقلا جانتے ہین کہ روح کا تعلق صرف بچہ کی والدہ سے نہین ہوتا بلکہ والد اور والدہ دونون سے ہوتا ہے اور روحانی اخلاق کا افاضہ بچہ کے وجود پر والدین

کیطرفسے ہوتا ہے نہ ان مین سے ایک کیطرفسے۔ ہان اگر پنڈت صاحب یہ کہتے کہ روح دو ٹکڑے ہو کر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے جسکو مرد اور عورت دونون کھالیتے ہین اور پھر دونوکے میل کے ذریعہ مخلوط ہو جاتی ہے تب بھی کچھ بات تھی اگرچہ اس جگہ یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا روح آدھی آدھی ہو کر گرتی ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر دو ٹکڑے ہونیکے بعد اسکا پیوند کیونکر ہو جاتا ہے یہ وید کا فلسفہ ہی اور عناصر پرستی کے مذہب کیلئے بیشک ایسا مسئلہ قابل فخر ہے ÷

اصول تناسخ جہالت کا نتیجہ ہے اور صفات الٰہی کے نہ سمجھنے کے سبب سے یہ غلطی پیدا ہوئی ہے جو لوگ عناصر کو اپنا خدا سمجھین وہ تو ایسے مسئلہ کے ماننے مین معذور بھی ٹھہرائے جاسکتے ہین لیکن جب کئی ہزار سال بعد ایک فلسفہ اور سائنس اور تہذیب پر فخر کرنیوالی قوم جسکا دعوے بت پرستی اور عناصر پرستی چھوڑ دیکا ہے اس بیہودہ مسئلہ پر جمی رہے تو واقعی جائے تعجب ہے آواگون کا مسئلہ نہ صرف خدائے تعالی کی جلالی صفات کا ہی انکار کرتا ہے بلکہ قانون قدرت کے بھی مخالف پڑا ہوا ہے۔ تناسخ تب قائم رہ سکتا ہے کہ جب خدائے تعالے کو اسکے مختارانہ کامون اور ارادی قدرتون اور اختیاری تصرفات اور ذاتی طاقتون اور ذاتی قوتون سے ازل سے ابد تک معطل اور بیکار اور عاجز اور لاچار سمجھا جائے اس سے ظاہر ہے کہ آواگون خدائے تعالے کے قانون قدرت کا ضد پڑا ہوا ہے اور ضد بھی ایسی ضد کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہین رہ سکتا کیونکہ اگر خدائے تعالے کے تصرفات کو تسلیم کیا جاوے اور مان لیا جاوے کہ اس نے تمام اجرام علوی اور اجسام سفلی کو اپنی قدرت ربوبیت سے پیدا کر کے اجزاے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے۔ اور محض اپنی قدرت کاملہ سے اور خاص اپنے ہی ارادہ مشیت سے تمام چیزون مادی وغیر مادی کو ایک پر حکمت سلسلۂ انتظام مین خود اپنی حکیمانہ مصلحتون سے منسلک کیا ہے۔ تو یہی مان لینا جسکا دوسرے لفظون مین نام قانون قدرت ہے اصول تناسخ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ کیونکہ مسئلہ تناسخ اس بنا پر کھڑا کیا گیا ہے کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے پرمیشر کے ارادہ اور قدرت سے نہین ہے اور نہ اس کی حکمت اور مصلحت سے بلکہ گنہگارونکے گناہ نے یہ مختلف صورتین پیدا کی ہین جس مین پرمیشر کا ذرا دخل نہین مثلاً گائے جو دودھ دیتی ہے یا گھوڑا جو سواری کے کام آتا ہے یا گدھا جو بوجھ اٹھاتا ہے یا زمین جسپر ہم آباد ہین یا چاند اور سورج جو دو چمکتے ہوئے چراغ اپنی مختلف قوتون اور خاصیتو سے انواع و اقسام کے فوائد دنیا کو پہنچاتے ہین یا گیہون اور چنے اور چاول وغیرہ ماکولات جنکو ہم کھاتے ہین یہ

سب مسئلہ تناسخ کی رو سے انسانی روحین ہین جنہون نے کسی جنم گذشتہ کی شامت اعمال سے بطور
تناسخ یہ صورتین اختیار کرلی ہین۔ اور یہ سارا مجمع مختلف چیزون کا جو زمین و آسمان مین نظر آتا ہے یہ
سب اصول تناسخ کے رو سے اتفاقی ہین جسمین پرمیشر کے ارادہ اور قدرت کا سرمو دخل نہین اور نہ
اسکو ان چیزونکے زیادہ یا کم کرنے مین یا موجود یا معدوم کرنے مین ایک ذرا اختیار ہے۔ اگر انسانی روحین
مرتکب گناہون کی نہ ہوتین تو یہ چندین ہزار عالم مخلوقات جو نظر آرہا ہے ان مین سے ایک بھی نہ ہوتا۔ گویا
ہر ایک آرام دنیا کا تناسخ کے اصول کے رو سے لوگون کی بدکاریون سے ہی میسر آتا ہے اور تمام دنیوی
نعمتون کے حاصل ہونیکا اصل موجب بدکاریان ہی ہین۔ کوئی شخص گناہ کر کے گائے کے جنم مین آئے
تو پینے کو دودہ ملے۔ اور پھر کسی بدکاری سے گھوڑی کا جنم لے تو سواری میسر ہو اور پھر کسی معصیت سے
گدھے یا خچر یا اونٹ کی جون مین پڑے تو باربرداری کا کام چلے۔ پھر اگر کوئی ایسا برا کام کرے جسکی سزا
مین اسکو عورت کی جون ڈالا جاوے تو آپ لوگونکو جورو نصیب ہو اور اگر کوئی ایک شخص کسی شامت
گناہ سے مرے تب وہی روح اسکی بیٹا یا بیٹی بن کر آپ کو صاحب اولاد بنائے۔ اس طرح تناسخ کے
اصول کے رو سے تمام سلسلہ خدائی کا گناہون کی طفیل ہی چل رہا ہے اور اگر گناہ ظہور مین نہ آتے تو پرمیشر
تو کچھ چیز ہی نہ تھا۔ اور اسکی قدرتین اور حکمتین سب ہیچ اور بے حقیقت ہین۔ قانون قدرت کا تو یہ ضروری
تقاضا ہے کہ تمام اجزائے عالم بحکم اس واضع قانون کے روز ازل سے باہم انضباط یافتہ ہین یہ نہین
کہ کسی اتفاقی شامت سے یہ ہزارون قسم کی مخلوقات پیدا ہوگئی ہے اور پرمیشر گو کیسا ہی ان چیزونکے
پیدا کرنیکے لئے ارادہ کرتا مگر کچھ بھی نہ ہو سکتا۔

غرض تناسخ کی تعلیم کیمطابق پرمیشر صرف نام کا پرمیشر ہے جسکو ایک ذرہ پیدا کرنیکی بھی طاقت نہین ہان
روحون پر کسی مخفی وجہ کے سبب سے اسکو تسلط ہو گیا ہے شائد کسی اگلے جنم مین اس نے بہت کرم کئے ہونگے
جس سے وہ اس حکمرانی کے لایق ٹھہر گیا۔ ایسے پرمیشر مین قدرت کا نشان نہین مختارانہ تصرفات کی طاقت
نہین۔ قادرانہ کامون کی ہمت نہین ترتیب دنیا مین اس کو کچھ دخل ہی نہین تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اس لایق بھی
نہین کہ اسکا کوئی قانون قدرت ہو۔ ہان تناسخ کے معتقدین کو اپنے ہی گناہون کا آپ شکر گذار ہونا
چاہیئے جنہون نے انکو گؤن کا دودہ پلایا۔ گھوڑون پر چڑھایا غرض سب کام بنایا اور سب کچھ کیا کرایا حقیقت
مین مسئلہ تناسخ نے انکو بہت فائدہ پہونچایا۔ اگر کچھ نقصان پہنچا تو بس یہی کہ ایک تو پرمیشر ہاتھ سے گیا ایک

دوسرا حلال حرام کا کچھ ٹھکانہ نرہا - اگر پیشہ ور کو فکر نہین تو اسکا تو فکر کرنا چاہئے کہ حلال حرام مین گر بڑ پڑیگا
یہ خرابی ایک دنیادار غیر تمدن کی نظر مین بھی جسکو ایک ذرہ ننگ و ناموس کا پاس ہو قابل برداشت نہین
کیونکہ اگر مسئلہ تناسخ صحیح ہے تو اسکے رو سے ممکن ہے کہ کسی شخص کی والدہ یا دختر یا حقیقی بہن یا دادی یا نانی مرنیکے
بعد کسی عورت کی جون مین پڑکر پھر اس شخص کے نکاح مین آجائے اور دنیا جو ایک ظلمت گاہ اور
بے تمیزی کی جگہ ہے اس مین کون اگر خبر دیسکتا ہے کہ یہ فلان شخص کی مان یا بہن ہے اسطرح پر آواگون کے
مسئلہ نے نہ صرف ایسے پرمیشر کی عزت پر ہی ہاتھ ڈالا بلکہ اور بھی اس مین بڑے بڑے ضرر موجود ہین - اور
بلاشبہ جو شخص اس مسئلہ تناسخ کو روا اور جایز سمجھتا ہے اسکو اسکے بد نتائج بھی روا اور جایز رکھنے پڑینگے
مگر افسوس جو لوگ دنیا کے پرستار ہین اور قومی تعصبونکی زنجیر مین گرفتار ہین - وہ اپنے بد عقیدہ نکو کسی
ڈھب چھوڑنا ہی نہین چاہتے - قوم کا رعب انکے دلونپر ایسا غالب ہے کہ جو مخلوق پرستی کی حد تک پہنچ
گیا ہے خدا تعالے کا انکے دلون مین اتنا بھی قدر نہین جو ایک بوڑھی عورت کو اپنے گھر کی سوئی کا ہوتا ہے*

اناجیل پر تاریخی نظر

اگرچہ کثرت سے ایسے عیسائی ہین جو اناجیل کے معجزات کو اب تسلیم نہین کرتے مگر تاہم ان کا یہ خیال ہے
کہ معجزات کے قصونکو نکالکر بھی ہر چہار اناجیل مین مستند اور تاریخی سوانح یسوع کی موجود ہین مگر یہ خیال بالکل غلط
اور بے بنیاد ہے - مثلاً پہلی چارون انجیلون کے متعلق یہ سمجھا گیا ہے کہ انکے مصنف کنعان کے باشندے
یسوع کے شاگرد چند یہودی تھے لیکن دراصل ان کتابونکے لکھنے والے کسی اور ملک کے لوگ تھے جنہون نے
مندرجہ واقعات کو زمانہ وقوع کے سالہا بعد مرتب کیا اور یہودی رعایا و یہودی و رومی حکمرانون کی رسومات
و طرز معاش کے بیان کرنے مین صریح غلطیان کھائی ہین میتھو آرنلڈ لکھتا ہے:-

"یوحنا کی تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیونکے رسوم اور دستور سے اسکو کچھ علاقہ نہین بلکہ یہ رسوم
ایسے طرز سے بیان کئے گئے ہین کہ گویا وہ کسی دوسری قوم بلکہ ایک دوسری دنیا کے رسوم ہین - قانا
جلیل مین پتھر کے مٹکے طہارت کے لئے یہودیون کے دستور کے موافق دھرے جاتے ہین (یوحنا ۲/۶)
یوحنا کے شاگردون اور یہودیون کے درمیان طہارت کی بابت بحث ہوئی ۳/۲۵

"اب یہودیون کی عید فسح نزدیک تھی" انہون نے یسوع کی لاش لیکے سوتی کپڑے مین خوشبوئیونکے ساتھ جسطرح سے کہ دفن کرنے مین یہودیون کا دستور ہے کفنایا ۱۹ باب سو انہون نے یسوع کو یہودیون کی تیاری کے دن کے باعث وہین رکھا" بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک یہودی اپنی عید فسح کو یہودیون کی عید فسح کہے اور اپنی قوم کی بحث کو یون بیان کرے کہ یوحنا کے شاگردون اور ایک یہودی مین طہارت کی بابت بحث ہوئی یہ تو بعینہ وہی معاملہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنی عید کو بیان کرنیکے وقت یون کہے کہ یہ مسلمانون کی عید کا دن تھا ایک مسلمان عید کو اس طرح پہ بیان نہین کریگا بلکہ وہ تو صرف یہی کہیگا کہ یہ عید کا دن تھا اسی طرح کوئی انگریز قومی تذکرہ کیوقت خارج از قوم کی مانند کلام نہین کریگا۔ پھر انجیل چہارم مین دوبار مذکور ہے کہ قیافا اُس سال کا سردار کاہن تھا" گویا یہودی کہانت اس بیان کی مطابق اسوقت ایک سالانہ عہدہ تھا حالانکہ یہ سراسر خلاف واقع ہے اور ایک ایسی غلطی ہے جو کسی یہودی سے نہین بلکہ یقیناً ایک اجنبی سے سرزد ہو سکتی ہے اور یہ تو وہی معاملہ ہے کہ امریکہ کے پریزیڈنٹ کو اس سال کا پریزیڈنٹ کہا جائے اور اس طرح اسے ایک سالانہ عہدہ قرار دیا جائے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کوئی امریکہ کا آدمی ایسی ناواقفیت کا کلمہ منہ سے نہین نکالیگا +

پھر چوتھی انجیل مین لکھا ہے کہ وہ شاگرد جو پطرس کو سردار کاہن کے محل مین لیگیا۔ سردار کاہن کا آشنا تھا کیا ممکن ہے کہ یسوع کے غریب پیروؤن مین سے ایک شخص قیافا جیسے جلیل القدر عہدہ دار سے دوستی کے تعلقات رکھتا ہو یہ مبالغہ ایسا ہے جیسا دہلی کا ایک فرد ورجو عین دربار کے دنون مین احاطہ دربار کے آس پاس پڑا پھرتا ہو اور اندر داخل نہ ہو سکے اسکی نسبت بیان کیا جاوے کہ وائسرائے صاحب کا آشنا ہے۔ یوحنا کی انجیل مین جیسی ان باتون مین گڑبڑ پڑی ہوئی ہے جغرافیہ کی صحت کا بھی یہی حال ہے بیت عینا کو یردن کے پار کہنا ایسا ہے جیسا کہ ایک لاہور کا رہنے والا کہے کہ امرتسر دریائے راوی کے پار ہے فلسطین کا باشندہ کبھی ایسی غلطی نہین کرسکتا تھا بلکہ یہ غلطی ایسی موٹی اور صاف ہے کہ پچھلے نسخون مین جب اس غلطی کو محسوس کیا گیا تو بیت عینا کی جگہ بیت بارا کیا گیا اور نئے ترجمون مین بیت بارا ہی موجود ہے (یہ الہامی عبارت کی اصلاح ہے) لیکن تین پرانے اور مستند نوشتون مین بیت عینا لکھا ہوا ہے جسے ہم یقیناً صحیح اور درست اصلی لفظ کہہ سکتے ہین۔ انجیل کے مصنف کو یروشلم کے نزدیک کے بیت عینا کا ہی علم تھا اور لعزر کے زندہ کئے جانے کی جا وقوع اس نے یہی قرار دی ہے لیکن اسکا فلسطین کا جغرافیہ کچھ ایسا ناقص ہے۔ اور ایک اہل ملک

کی نسبت اسکو اس کی اصلیت و ضرورت کا ایسا کم احساس ہوا ہے کہ جب کبھی اسے کسی مقام کے لئے نام کی ضرورت پڑی ہے تو اس نے اسقدر سوچنے کی بھی تکلیف نہیں اٹھائی کہ اس نام کو کچھ مناسبت بھی ہے یا نہیں۔ اور جو نام سب سے پہلے اسے یاد پڑا اس مقام کو اسی نام سے موسوم کر دیتا ہے"۔

یہ اختلاف صرف یوحنا کی انجیل میں ہی نہیں بلکہ سب انجیلوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسے متی۔ بیت اللحم اور اسکے سارے سواحل کا ذکر بلاشک اس خیال سے کرتا ہے کہ گویا بیت اللحم سمندر کے کنارے پر واقع ہے اس جگہ بیت اللحم کے سواحل کا ذکر ایسا ہے جیسے امرتسر کے سواحل۔ مرقس اس قسم کی غلطیوں میں کسی سے کم نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "یسوع صور اور صیدا کے سواحل سے روانہ ہوا اور دکاپولس کے سواحل پر ہو کر جلیل کے سمندر کے پاس آیا" (مرقس ۷ ۳۱) جس میں دو جغرافیہ کی غلطیاں اور ایک تاریخی غلطی ہے تھوڑی دیر کیلئے تاریخی غلطی کو نظر انداز کر کے ہم دیکھتے ہیں کہ دریائے جلیل صور و صیدا اور دکاپولس کے درمیان واقع ہے پس یسوع دریائے جلیل تک پہنچنے کیلئے دکاپولس میں سے نہیں گذر سکتا تھا ایسی ہی ناواقفیت لوقا میں ہے چنانچہ ڈاکٹر اسٹلن کارپنٹر لکھتا ہے کہ "سامریہ اور جلیل میں سے ہو کر یروسلم تک جو سفر یسوع نے کیا اسکے بیان کرنے میں لوقا کا غلطیاں کھانا اس امر پر دال ہے کہ وہ خود ملک کنعان سے واقف نہ تھا" (پہلی تین انجیل صفحہ ۲۱۴) "اور یہ مبہم بیان ایک یہودی لکنا شہر ظاہر کرتا ہے کہ لکھنے والا خود یہودی نہ تھا در اصل وہ ایک غیر قوم کا آدمی تھا جو غیر قوم کے واسطے انجیل لکھتا تھا اور جسکے دعاوی کے قائم کرنے کا موقع اس نے بالکل ہاتھ سے نہیں دیا"۔

یہانتک اسبات کے ثبوت کی کافی شہادت مل گئی ہے کہ اناجیل اربعہ کے مصنف ملک کنعان کے باشندے نہیں تھے لیکن اگر ان انجیلوں کو ہم اور زیادہ اس زمانہ کے تاریخی علم کی روشنی میں پرکھیں تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ کتابیں یسوع اور اسکے شاگردوں کی زندگی کے عرصہ دراز بعد لکھی گئی تھیں۔ انکے مصنفوں کا اپنے ہی زمانہ کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہونا ایک عجیب حیرت انگیز امر ہے جہاں کہیں ان کی شہادت کا مقابلہ اس زمانہ کی تواریخ و نوشتوں سے کیا جائے اسی جگہ انکے بیانات تاریخ کے بالکل خلاف پائے ہوئے ہیں اور کسی طرح بیان کا تاریخی واقعات سے تطابق نہیں ہو سکتا۔ بہت سی کتابیں مسیح کے سال پیدایش کے متعلق لکھی گئیں لیکن تمام عیسائی علما صرف اسی بات پر متفق الرائے ہیں کہ اس کی پیدایش کا سال وہ نہیں جسے کثیر التعداد عیسائی مسیح کا سن ولادت یقین کئے بیٹھے ہیں۔ متی لکھتا ہے کہ وہ بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ لوقا لکھتا ہے کہ "اس زمانہ میں قیصر آگسٹس کی طرف

حکم نکلا تھا کہ تمام ملک پر ٹکس لگایا جاوے اور یہ ٹکس پہلے اسوقت لگایا گیا جب قرینیوس سوریہ کا حاکم تھا لیکن ہیرودیس ۴ سنہ قبل مسیح مین مرگیا اور قرینیوس ۶ سنہ عیسوی کے بعد گورنر بنا اب یہ دس سال کا فرق ہے۔ جو متی اور لوقا کے بیان مین پایا جاتا ہے۔ پھر ڈاکٹر اسٹلن کارپنٹر جو بسبب ایک پرجوش عیسائی ہونیکے ایسے امور مین مبالغہ نہین کرسکتا۔ لکھتا ہے کہ "وہ رسم نویسی جسکے سبب یوسف اور مریم نے ناصرت سے بیت اللحم تک سفر اختیار کیا اس کی مطابقت نہ تو شاہی رسوم اور قوانین سے ہوسکتی ہے اور نہ ہی کسی دنیوی تاریخ سے۔ یہ مردم شماری محض ٹکس لگانیکی غرض سے تھی اور اسکی بابت کہا گیا ہے کہ اس مین "ہر بستی" شامل تھی۔ تین دفعہ اگسٹس نے عام ٹکس لگایا کل صوبون پر نہین بلکہ تمام رومی باشندون پر یعنی سن ۲۶ و ۶ قبل از مسیح اور سن ۲۴ بعد از وفات مسیح مین سان مین سے پہلا موقع بہت پہلے ہے اور اخیری بہت پیچھے۔ باقی رہا دوسرا موقع سو ہیرودیس کی زندگی مین یہودیہ اور جلیل ان مقاصد کیواسطے رومی حکومت کے ماتحت نہ تھے اور نیز ہیرودیس کی وفات کے بعد بھی یہودیہ چند سال شاہی انتظام کے احاطہ سے باہر رہا جبتک اسکا بیٹا آرکیلاس ۶ سنہ مین تخت سے نہ اتارا گیا۔ علاوہ ازین رومی مردم شماری باشندونکے اپنے اپنے مکانون مین ہوا کرتی تھی پھر یوسف اپنے مکان کو چھوڑ کر کیون گیا اسجگہ پر عیسائی یہ معذرت پیش کرتے ہین کہ یوسف کا اپنے مکان کو چھوڑ کر بیت اللحم مین چلے جانا اسوجہ سے تھا کہ تا یہودی رسم کیمطابق وہ نام لکھوائے لیکن یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ ہر گھرانہ مردم شماری کیلئے اپنے ایک ہزار سال پیشتر کی اجداد کے جائے ولادت کو تلاش کرتا پھرے یا وہان پہونچ جاوے۔ یہ انجیل مین لکھا ہے کہ ہر ایک آدمی اپنے شہر کو چلا گیا۔ غرض صرف مریم کو بیت اللحم مین پہنچانیکے لئے اور اسکی خاطر تمام باشندونکو انجیل کے مصنف اپنے اپنے گھرونسے نکالتے ہین ورنہ نہ دراصل ایسا کوئی رواج تھا اور نہ کوئی واقعہ ہی ایسا ہوا۔ مگر اس تدبیر سے بھی اصل مقصد پورا نہین ہوتا کیونکہ قانوناً یہ ضروری نہ تھا کہ باشندے کی جورو کا نام لکھا جائے چہ جائیکہ منگیتر ہو۔ اگر ہم تاریخ روما کے نہائت ہی فہیم عالم مامسن مورخ کے فیصلہ کو قبول کرلین تو وہ رسم نویسی جسکا ذکر لوقا نے کیا ہے ناممکن تھی۔ مامسن کہتا ہے کہ "کوئی اصل واقعات کا واقف یقین نہین کرسکتا کہ رومیون نے ایسی مردم شماری اسوقت کی ہو خواہ مذہبی علمائے یا وہ جو مذہبی علما کہلاتے ہین اپنے آپکو یا دوسرونکو اسبات کے ماننے کی ترغیب دی ہو" (پہلی تین انجیلین ۱۴۸-۱۵۰) الغرض (۱) کوئی رومی مردم شماری اس وقت نہین ہوئی۔

(۲) رومیون نے کوئی مردم شماری ہیرودیس کے زمانہ مین نہین کی کیونکہ یہ صوبہ اسوقت رومی حکومت کے ماتحت نہ تھا (۳) رومی ہر ایک کے مکان پر جا کر مردم شماری کرتے تھے اور یہ مردم شماری ٹکس کیلئے ہوتی تھی اسلئے لوگونکو نام لکھوانیکے لئے دور کے شہرون مین جانیکی اجازت دینا گویا اپنے مقصد مین خود ناکامیابی ڈالنا ہے (۴) اگر یہ انتظام یہودیون کی رعائیت کیواسطے تھا تو مریم کو ساتھ لیجانے کی کوئی ضرورت یوسف کو نہ تھی کیونکہ یہودی صرف مردونکے نام لکھوایا کرتے تھے (۵) اگر قرینوس کے عہد مین مردم شماری ہوئی ہو تو ہیرودیس اس سے دس سال بیشتر مر چکا تھا اور بچونکے قتل کرنے کی روائت جو اس کیطرف منسوب کیجاتی ہے غلط ہے ✤

ذنب

گذشتہ نمبر مین ہم نے اس لفظ کے معنون پر بحث کرتے ہوئے قرآن شریف مین اسکے استعمال کے متعلق لکھا تھا کہ اس کتاب مجید نے ذنب اور دوسرے الفاظ کے درمیان جو اس نے گناہ کیلئے استعمال کئے ہین ایک کھلا امتیاز رکھا ہے اور اس بارے مین مخصوصاً تین امر قابل غور ہین۔ **اول** یہ کہ لفظ جُرم اور دوسرے الفاظ مثلاً **اثم۔ فسق۔ جناح** وغیرہ جو کثرت سے قرآن شریف مین انبیاء علیہم السلام کے مخالفین اور گنہ گارون کے لئے استعمال ہوئے ہین کبھی کسی نبی کے حق مین استعمال نہین کئے گئے۔ بلکہ انبیاء پر جب کبھی بولا گیا ہے لفظ ذنب ہی بولا گیا ہے جو نسبتاً قرآن کریم مین کم استعمال ہوا ہے **دوم** یہ کہ قرآن کریم نے ہر ایک **مذنب** کے لئے سزا کا وعید نہین دیا۔ **سوم** یہ کہ لفظ جرم وغیرہ کی قرآن شریف نے صاف تعریف کر دی ہے کہ انکے مرتکب کیلئے ضرور سزا ہے۔

مصر سے ایک پادری صاحب اپنے عیسائی بھائیون کی مدد مین یہ تحریر کرتے ہین کہ لفظ جرم انبیاء پر اسواسطے نہین بولا گیا کہ قرآن شریف مین یہ لفظ قطعاً استعمال ہی نہین کیا گیا۔ کیا خوب۔ مگر پادری صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہین کہ شرک۔ کفر۔ اثم۔ جناح۔ فسق انبیاء کے حق مین کیون نہین بولے گئے کیا یہ الفاظ بھی باین ہیئت قرآن شریف مین استعمال نہین ہوئے۔ اور یہ کیسی بیہودگی ہے کہ جرم کا لفظ قرآن شریف مین استعمال نہین ہوا۔ قرآن شریف جو بار بار گنہ گارونکو مجرم کہتا ہے تو انبیاء کو مجرم کیون نہین کہتا کیا کسی کو مجرم کہنا یا جرم کا مرتکب کہنا دو الگ الگ باتین ہین۔ پادریون کی اس عقل پر ہمین تو رونا

آتا ہے۔ عربی زبان مین اس لیاقت پر یہ ناز کہ ذنب اور جرم کے معنون پر بحث کر رہے ہین اور مصر سے گویا اس دعوے سے لکھ رہے ہین کہ ہم بڑے عربی دان ہین۔ بار بار قرآن شریف گنہ گار و مجرم ٹھہراتا ہے مگر عقل کے اندھون کو کون سمجھائے قرآن شریف تو بار بار گنہ گارون کو سزا کی وعید دیتا اور انبیاء کے حق مین تعریف کے الفاظ بولتا ہے کیا یہ بین فرق نہین ہے اسی طرح یہ مصری پادری صاحب کا یہ بیان ہے کہ مذنب کے لئے سزا کا وعید اس لیئے نہین کہ **مذنب** کا لفظ ہی قرآن شریف مین استعمال نہین ہوا۔ مگر یہ لکھتے وقت پادری صاحب کو سمجھ نہ آئی کہ کچھ سہی بہر حال یہ ثابت تو ہو گیا کہ **مذنب** کے لیئے سزا کا وعید قرآن شریف مین نہین حالانکہ مجرم وغیرہ کے لئے ہے۔ اگر قرآن کریم کو یہ منظور ہوتا کہ وہ **مجرم** کی طرح ہر **مذنب** کو بھی سزا کا وعید دے تو مذنب کا لفظ لانے سے اسے کیا چیز مانع تھی۔ اور علاوہ ازین **مذنب** کا لفظ نہ لا کر بھی اس مطلب کو قرآن شریف پورا کر سکتا تھا جیسا **اثم** کے لیئے فرمایا **وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ** کیا ایسا ہی ذنب کے لئے نہ آسکتا تھا۔ مگر قرآن کریم نے یہ کھلا کھلا اور بین فرق رکھ لیا ہے تاکہ جس کو کچھ بھی عقل ہے وہ ٹھوکر سے بچ جاوے۔

بالآخر ہم پھر اپنے پہلے بیان کو موکد کرتے ہین کہ **ذنب** ایک وسیع معنے کا لفظ ہے۔ مجرم کا ذنب جرم ہے۔ اثیم کا ذنب اثم ہے فاسق کا ذنب فسق ہے۔ مشرک کا ذنب شرک ہے اور کافر کا ذنب کفر ہے مگر نبی نہ مجرم ہے نہ اثیم ہے نہ فاسق ہے نہ مشرک ہے نہ کافر ہے اور اس لئے اس کا ذنب بھی نہ جرم ہے نہ فسق ہے نہ اثم ہے نہ شرک ہے نہ کفر ہے جیسا ان کے لئے سزا کا وعید نہین اس لئے نبی کا ذنب خدا کی ناراضگی کے نیچے نہین آتا اور اس لئے اس مین گناہ کا ٹھیک مفہوم بھی موجود نہین پس نبی کا ذنب سوائے بشریت کی فطرتی کمزوری کے اور کچھ نہین ✤

ایک عظیم الشان علمی تحقیقات یسوع مسیح ابن مریم کی نسبت

ہم تمام علم دوست انسانون کو بڑے یقین اور وثوق سے ایک کامل تحقیقات کے بعد بشارت دیتے ہین کہ یہ خیال کہ گویا یسوع مسیح صلیب کے واقعہ کے بعد مع جسم آسمان پر چڑھ گیا تھا غلط ثابت ہوا

اور یورپ اور امریکہ کے محقق جو ثابت شدہ سچائیون کے بھوکے اور پیاسے ہین اس خبر کے سننے سے بہت خوش ہونگے کہ آخر پتہ لگ گیا کہ تمام معمولی انسانون کی طرح یسوع مسیح بھی مرکر زمین مین ہی دفن کیا گیا اور آسمان پر چڑھنے کا قصہ محض افسانہ نکلا۔ یہ مقام جہان یسوع مسیح کی قبر ہے خطہ کشمیر ہے یعنی سرینگر محلہ خان یار ہے۔ اس بارہ مین پُرانی کتابین دستیاب ہوئی ہین جو اس قبر کا حال بیان کرتی ہین پورانی کتبہ کے دیکھنے والے بھی شہادت دیتے ہین کہ یہ یسوع مسیح کی قبر ہے۔ علاوہ ازین سرینگر اور اسکے نواح کے کئی لاکھ آدمی ہر ایک فرقہ کے بالاتفاق گواہی دیتے ہین کہ صاحب قبر عرصہ انیس سو سال کا ہوا ہے کہ ملک شام کیطرف سے اس ملک مین آیا تھا اور اسرائیلی نبی اور شہزادہ نبی کے نام سے شہرت رکھتا تھا قوم نے قتل کرنیکا ارادہ کیا تھا اسلئے بھاگ آیا تھا۔ اب اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ قبر موجود اور ساتھ اسکے اسقدر تحریراً اور تقریراً شہادتین جن کی کئی لاکھ انسان تک نوبت پہونچی ہے۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ انجیلین بھی یہی گواہی دیتی ہین کہ مسیح آسمان پر نہین چڑھا کیونکہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح حواریونکو ملا اور اپنے مجروح بدن کے زخم دکھلائے اور کھانا کھایا اور گلیل کی طرف انکے ساتھ گیا۔ ایسا ہی مسیح کا اپنے واقعہ کو یونس کے واقعہ کے ساتھ مشابہت دینا پلاطوس کی بیوی کو اسکے بچاؤ کیلئے خواب آنا اور مسیح کا اپنے محفوظ رہنے کیلئے دعا کرنا اور وہ دعا قبول ہو جانا جیسا کہ خط عبرانیان باب ۵۔ آیت ۷ سے ظاہر ہے اور اسکا صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتانی کہنا یہ تمام امور اسبات پر شہادتین ہین کہ درحقیقت یسوع مسیح آسمان پر نہین گیا زمین پر ہی فوت ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شہادت بہت دلچسپ اور توجہ کے لایق ہے اور وہ یہ ہے کہ قریباً ہزار طبی پورانی کتاب مین ایک مرہم لکھی ہوئی ہے جو مرہم عیسے اور مرہم حوارین اور مرہم شلیخا کے نام سے مشہور ہے۔ اُن کتابون کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہین کہ یہ مرہم حضرت عیسے کے زخمون کے لئے بنائی گئی تھی ◆

یہ تو زمینی شہادتین ہین اور ساتھ ان کے ان دنون مین آسمان سے بھی ایک گواہی قائم ہوئی ہے کیونکہ عین اس حساب کے رو سے جو مسیح موعود کی آمد کے لئے بائیبل کے رو سے معلوم ہوتا ہے خدا نے اپنے فضل و کرم سے اس زمانہ کی اصلاح کیلئے مسیح موعود کو ظاہر فرمایا ہے یہ مسیح اسی طرح پہلے مسیح ابن مریم کا قائمقام ہے جیسا کہ یوحنا ایلیا کا قائمقام سمجھا گیا۔ اس کی تصدیق کیلئے خدا کیطرف سے

بہت سے نشان ظاہر ہو گئے ہین جو ڈیڑھ سو سے بھی زیادہ ہین - یہ عجیب بات ہے کہ ایک ہی وقت مین دو باتین ظاہر ہو گئین یعنی ایک طرف مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہونا اور سرینگر کشمیر مین اسکی قبر کا پایا جانا اور دوسری طرف اسی وقت مین وہ وعدہ کا مسیح ظاہر ہونا جسکی آمد کو مسیح ابن مریم نے بوجہ روحانی اتحاد کی اپنی آمد ٹھہرایا تھا - ہر ایک کو چاہیئے کہ جلدی سے انکار نہ کرے اور مسیح موعود کی تحریرین دیکھے جو دلون کو آرام اور تسلی اور یقین بخشتی ہین اور ہم نے جیسا کہ اس اشتہار مین پہلے مسیح کی قبر کا نقشہ پبلک کی رہنمائی کیلئے لکھا ہے اسی طرح ہم نے مناسب سمجھا کہ اسکے ساتھ ہی زندہ مسیح کی تصویر بھی شایع کرین جس کی آمد سے مسیح ابن مریم کی آمد ثانی مراد ہے - اسی طرح جیسا کہ خدا کے کلام کے موافق یوحنا کی آمد سے ایلیا کی آمد ثانی مراد تھی اور سو وہ بابرکت تصویر یہ ہے جسکے انتظار مین کروڑہا روحین گذر گئین اور خوش قسمت وہ جنہون نے اس مسیح کو دیکھا اور قبول کیا ✠

انجمن اشاعت اسلام قادیان .

✠ انگریزی اشتہار مین یہ دونون تصویرین دی گئی ہین مگر بعض روکون کی وجہ سے اس جگہ نہین دیجا سکین -